انیسویں صدی میں اردو تاریخ گوئی: تاریخی ناموں کی روایت کا فروغ

ابرار عبدالسلام*

کسی واقعے کے تاریخی وقوع کو الفاظ میں اس طرح بیان کرنا کہ ان الفاظ کے حروف کے متعینہ اعداد سے مطلوبہ واقعے کا سال وقوع ظاہر ہو، اصطلاح میں اسے تاریخ اور اس عمل گوئی کہتے ہیں۔ آج اس فن کو فعل عبث اور وقت کا ضیاع سمجھا جاتا ہے لیکن ایک وقت وہ بھی تھا جب ایک اچھے تاریخ گو کی بڑی قدر کی جاتی تھی اور معاشرے میں اسے عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ کہنہ مشق اور استاد شاعر کے لیے اس فن سے خاطر خواہ واقفیت ضروری سمجھی جاتی تھی۔ اس فن میں مہارت حاصل کرنے کے لیے فطری ذہانت، خداداد صلاحیت، ذہن رسا، حسابی قابلیت، مسلسل مشق اور شب و روز کا ریاض درکار ہوتا تھا۔ تاریخ گوئی کسی بھی شخص کی استادی، طباعی، ذہانت، علم و فضل اور کاوش فکر کا ایسا امتحان ہوتا تھا جس میں کامیابی کا سہرا کسی کسی کے سر بندھتا تھا۔ اس بحر بیکراں میں ماہر پیراک حوصلہ ہارتے اور اس صحرائے بسیط میں بڑے بڑے خضر راہ گم ہوتے نظر آتے ہیں لیکن ایسے مرد میدان کی بھی کمی نہیں رہی جن کے ہاتھوں میں یہ فن بازیچۂ اطفال بن کر رہ گیا تھا۔ ادھر کوئی واقعہ رونما ہوا، اُدھر اس کی تاریخ کہہ دی۔ یہاں تک کہ اپنی قابلیت اور استادی کا اظہار اس حد تک کیا جاتا کہ گفتگو بھی تاریخی کرتے۔ منشی فدا علی فارغ عموماً گفتگو کرتے تو تاریخی جملے بولتے تھے۔ ایک مرتبہ محکمہء مدار المہامی میں دو گھنٹے تک گفتگو کرتے رہے۔ اس گفتگو میں انھوں نے ہر جملہ تاریخی ادا کیا۔ یہاں تک کہ سوال و جواب بھی تاریخی جملوں میں ادا کیے۔ (ممتاز علی ص ۱۶۵)

تاریخ گوئی کا فن ہماری ادبی روایت کا امین اور آئینہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے اجتماعی مزاج، شعور، تہذیب، تاریخ غرض زندگی اور اس کے متعلقات کے تمام پہلوؤں کا عکاس بھی ہے۔ اس میں زندگی کی دھوپ چھاؤں اپنی پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہوتی ہے۔ اس فن کے ذریعے زندگی کی مسکراہٹیں اور غم سے بھرے جذبات نقش دوام پاتے ہیں۔ یہ فن کئی صدیوں تک ماضی کے سبزہ زاروں کی آبیاری کرتا رہا اور گئی رتوں کی یادوں کا امین بنا رہا۔ تاریخی قطعات میں ایک طرف ہمارے اسلاف کی یادیں، باتیں، کارگزاریاں اور کارنامے محفوظ ہیں تو دوسری طرف ہماری معاشرتی اور تہذیبی زندگی کی مختلف تقریبات کی رنگا رنگ جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ تاریخیں ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا روشن آئینہ ہیں۔

برعظیم میں مغلیہ دورِ حکومت کے زیرِ اثر اور اسی زمانے میں گول کنڈہ اور بیجاپور میں فارسی تاریخ گوئی نے خوب عروج حاصل کیا۔ اس عہد میں بڑے بڑے نامور تاریخ گو شعرا پیدا ہوئے۔ بادشاہوں نے بھی اس فن کی خوب سرپرستی کی۔ مغلیہ حکومت کے زوال کے بعد فارسی تاریخ گوئی کے ساتھ ساتھ اردو تاریخ گوئی کی روایت کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ انیسویں صدی عیسوی کو اردو تاریخ گوئی کی صدی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس صدی میں ایسے ایسے باکمال تاریخ گو شعرا پیدا ہوئے جنھوں نے اردو میں تاریخ گوئی کو معراج کمال تک پہنچا دیا اور اس فن میں ایسی ایسی گل کاریاں کیں جنھیں دیکھ کر عقل انسانی ورطہء حیرت میں پڑ جاتی ہے۔ چوں کہ اس عہد میں اردو زبان اپنے شباب کی حدوں کو چھو چکی

---

* محقق و مصنف، شعبۂ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، سول لائنز، ملتان

تھی اور اس زبان میں موجود تمام امکانات کو بروئے کار لایا جا رہا تھا اس لیے اس عہد میں تاریخ گوئی کے فن نے خوب عروج حاصل کیا۔ سترھویں اور اٹھارویں صدی عیسوی میں اردو زبان اپنے ارتقائی مراحل طے کر رہی تھی اس لیے ان ادوار میں تاریخ گوئی کے فن میں ممکنہ امکانات اس طور پر سامنے نہیں آسکے جس طور پر تیرھویں صدی ہجری میں سامنے آئے۔

مذکورہ بالا بیانات سے یہ سمجھ لینا درست نہیں کہ انیسویں صدی میں فارسی تاریخ گوئی کو زوال اور اردو تاریخ گوئی کو عروج حاصل ہوا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس عہد میں فارسی تاریخ گوئی کے متوازی اردو تاریخ گوئی میں بھی بھرپور امکانات کا اظہار ہو رہا تھا۔ یہی نہیں علاقائی زبانوں میں بھی منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے جستہ جستہ تاریخیں کہی جا رہی تھیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جب پہلی مرتبہ مروجہ اور غیر مروجہ تمام سنین میں تاریخیں نکالی جا رہی تھیں۔ اس سے پہلے زمانے میں زیادہ تر رجحان صرف ہجری سنین میں تاریخیں کہنے کا تھا۔ اس عہد میں ہجری سنین کے علاوہ اگر تاریخیں نکالی بھی گئیں تو ان کی تعداد برائے نام تھی۔

انیسویں صدی میں اردو تاریخ گوئی کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ شعرا نے شاعری کی تقریباً ہر مروج صنف، ہیئت اور بحر میں تاریخیں کہیں۔ تاریخیں کہنے کے لیے شاعری کی تقریباً تمام صنعتوں کو بروئے کار لایا گیا۔ تاریخوں سے سنین حاصل کرنے کے لیے نت نئے طریقے بھی اسی عہد میں زیادہ مقبول ہوئے۔ اسی لیے اس صدی میں تاریخ گوئی کے محیر العقول نمونے سامنے آئے۔ تاریخ گو شعرا کا ایک جم غفیر مجمع شمالی ہند کی سرزمین میں اپنے فن کا مظاہرہ کرتا اور شمالی ہند کے بڑے ادبی مراکز میں اپنی نادرہ کار گلکاریوں کے نمونے ثبت کرنے میں منہمک نظر آتا ہے۔ شمالی ہند میں اس صدی میں جتنی کثیر تعداد میں اردو تاریخ گو شعرا نظر آتے ہیں اس سے پہلے اتنی بڑی تعداد میں کسی عہد اور کسی علاقے میں دیکھنے میں نہیں آتے۔ اور نہ اس صدی کے بعد ایسی مثال قائم ہوئی۔ اٹھارویں صدی عیسوی تک شعرا بالعموم بادشاہوں، نوابوں اور استاد شعرا کی تاریخ پیدائش و وفات اور اہم واقعات کی تاریخیں کہتے نظر آتے ہیں لیکن انیسویں صدی عیسوی میں تاریخ گو شعرا اہم اور غیر اہم، معمولی اور غیر معمولی افراد و واقعات کی تاریخیں کہتے نظر آتے ہیں۔ اس عہد میں شعرا کو تاریخیں کہنے کا ایسا چسکا پڑ گیا تھا کہ بات بات پر تاریخیں کہتے اور اپنی مشاقیِ فن کا ثبوت دیتے نظر آتے ہیں۔ گویا شمالی ہند پورے برصغیر میں اردو تاریخ گوئی کی روایت میں گویا سبقت لے گیا۔

انیسوی صدی عیسوی میں تاریخ گوئی کا رواج اس قدر بڑھا کہ کتابوں کے نام بھی تاریخی رکھے جانے لگے۔ اردو تصانیف کے تاریخی نام رکھے جانے کی روایت سے قبل فارسی میں تاریخی نام رکھے جانے کی روایت ملتی ہے۔ اسی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے اردو تصانیف کے نام بھی تاریخ رکھے جانے لگے۔ نظم کی ہو یا نثر کی کتاب، قواعد کی ہو یا عروض کی، تذکرہ ہو یا تاریخ، مثنوی ہو یا واسوخت، غرض کسی بھی صنف یا موضوع سے تعلق رکھتی ہو کتاب کا نام اکثر اوقات تاریخی رکھا جاتا۔ بعض اوقات سرورق پر تصنیف کے دو نام ہوتے، ایک اصل اور دوسرا تاریخی، اور بعض اوقات ایک ہی تصنیف کے کئی نام رکھے جاتے اور وہ تمام تاریخی ہوتے۔ ذیل میں سید محمد علی جویا مرادآبادی کی تصنیف 'سرود غیبی' کے سرورق کی تمام تحریر نقل کی جاتی ہے جس کا ہر فقرہ تاریخی ہے:

بعونہ خداوند زمین و زماں ایں نسخہ عجیبہ ۱۸۷۵ء

بوقت محمود و ساعت سعیدہ ۱۲۹۲ء

سرود غیبی مسمّٰی بہ خیابان تواریخ

۱۲۹۲ھ ۱۲۹۲ھ

بموجب امداد سرکار والاتبار ۱۲۹۲ھ، نواب میر علی مراد خان صاحب بہادر دام اللہ ملکہم ۱۸۷۵ء

خلد اللہ ملکہ ودام دولتہ ۱۲۹۲ھ،نواب دیار خیر پور ۱۲۹۲ھ

مولفہ بندہ سید محمد علی جویا مراد آبادی مقیم ملک جیپور ۱۲۹۲ھ

بہ مطبع منشی نول کشور مقام لکھنو حلہ طبع بپوشید ۱۲۹۲ھ

اس عبارت کے علاوہ سرورق پر چہار جانب دیوان کے چار تاریخی نام، خزینۂ صنعت (۱۲۹۲ھ)،تواریخ عجیب (۱۲۹۲ھ)، نگارستان بہجت (۱۲۹۲ھ) اور چمنستان حرفت (۱۲۹۲ھ) بھی لکھے گئے ہیں۔ناسخ کے تینوں دیوان،دیوان ناسخ (۱۲۳۲ھ)دفتر پریشان (۱۲۴۷ھ)،دفتر شعر (۱۲۵۴ھ)،منیر شکوہ آبادی کے تینوں دیوان،منتخب العالم (۱۲۶۴ھ)، تنویر الاشعار (۱۲۶۹ھ)،نظم منیر (۱۲۹۰ھ)،نواب کلب علی خان والیِ رامپور کے چاروں اردو دیوان،نشید خسروانی (۱۲۹۱ھ)،دستنبوئے خاقانی(۱۲۹۴ھ)،درۃ الانتخاب (۱۲۹۴ھ)،توقیع سخن (۱۲۹۶ھ)، کے نام تاریخی ہیں۔اسی طرح تذکروں کے نام بھی تاریخی رکھے جاتے تھے۔میر قطب الدین باطن کے تذکرے نغمۂ عندلیب(۱۲۹۱ھ)،سرور کے تذکرے عمدۂ منتخبہ(۱۲۶۱ھ)،قاسم کے تذکرے مجموعۂ نغز(۱۲۲۱ھ)،مرزا قادر بخش صابر کے تذکرے گلستانِ سخن(۱۲۷۱ھ)، عبدالغفور خان نساخ کے تذکرے سخن شعرا(۱۲۸۱ھ)اور درگا پرشاد نادر کے تذکرے مراتخیالی(۱۲۹۲ھ)کے نام بھی تاریخی ہیں۔

مثنویوں کے نام بھی تاریخی رکھے جاتے تھے۔مومن کی مثنویوں،شکایت ستم(۱۲۳۱ھ)،قصہ غم(۱۲۳۵ھ)،قول غمیں (۱۲۳۶ھ)،تف آتشیں(۱۲۴۱ھ)،حنین مغموم (۱۲۴۴ھ)،اور آہ و زاریِ مظلوم(۱۲۴۶ھ)، واجد علی شاہ کی مثنوی حزن اختری(۱۲۷۶ھ)، منیر شکوہ آبادی کی مثنوی،معراج المضامین(۱۲۸۶ھ) کے نام بھی تاریخی ہیں۔فنِ انشا،عروض، تاریخ گوئی،سفر نامہ یا کسی اور صنف سے متعلق تصنیف مکمل ہوتی تو ان کے نام بھی تاریخی رکھے جاتے۔ریاض سندیلوی کا سفر نامہ سرود ریاض (۱۲۷۷ھ) غالب کے خطوط کا مجموعہ،مہر غالب (۱۲۷۸ھ)،منشی حسین علی فرحت کی تاریخی ناموں کی لغت، ام التواریخ (۱۲۸۹ھ)،فن تاریخ گوئی پر جویا مراد آبادی کی تصنیف سرود غیبی (۱۲۹۲ھ) واجد علی شاہ اختر کی عروض پر کتاب جوہر عروض (۱۲۹۰ھ)،اور ارشاد خاقانی (۱۲۶۸ھ)،منشی نول کشور کی لکھنو سے متعلق تاریخ،تواریخ نادر العصر (۱۸۶۳ء)،مرزا اوج لکھنوی کی عروض،فنِ شعر اور تاریخ گوئی سے متعلق تصنیف ارمغان (۱۲۹۲ھ)،واجد علی شاہ اختر کی نظم ونثر کا مجموعہ ملک اختر(۱۲۹۱ھ)،سید محمد عنایت حسین متین سہارنپوری کے سلاموں،مخمسوں اور سراپا وغیرہ پر مشتمل مجموعہ شمع تعزیت(۱۲۹۷ھ)اور مرزا عنایت علی بیگ ماہ کے واسوخت کا مجموعہ داغ جگر ماہ(۱۲۷۴ھ)کے نام بھی تاریخی ہیں۔

تصانیف کے تاریخی ناموں کے ساتھ ساتھ افراد کے نام بھی تاریخی رکھے جاتے تھے۔اس عہد میں جو بچہ بھی پیدا ہوتا،والدین کی خواہش ہوتی کہ وہ اس کا نام تاریخی رکھیں۔اگر ان کے وارثوں میں سے کوئی تاریخ گوئی سے دلچسپی کا حامل ہوتا یا اس میں مہارت رکھتا تو تاریخی نام رکھنے کی وہ خود کوشش کرتا بہ صورت دیگر اپنے اساتذہ یا معاصرین سے اس کی درخواست کرتا۔بعض اوقات تو مطلوبہ نام کے انتظار میں مہینوں انتظار کیا جاتا کیوں کہ اچھے اور مطلوبہ تاریخی نام کی دستیابی کو تائید غیبی سے تعبیر کیا جاتا تھا۔اس حوالے سے حسین علی فرحت موجد التواریخ میں لکھتے ہیں:''زیرک ودانا تاریخی نام کے تلاش میں مصروف ومتلاشی رہتے ہیں اور جس کا نام تاریخی مل جاوے اسے تائید غیبی کہتے ہیں۔''(ص ۲۔۱)اچھے اور مطلوبہ نام کی تلاش میں مہینوں انتظار کیا جاتا۔معاصر اساتذہ کو خطوط لکھے جاتے۔خوشامدیں کی جاتیں۔(فرحت،۱۳۰۲ھ ص ۳۲)تحائف دیے جاتے۔غرض یہ کہ ہر ممکن کوشش کی جاتی کہ بچے کا نام تاریخی ہو۔ذیل میں انیسویں صدی

کے چند ادیبوں کے تاریخی نام درج کیے جاتے ہیں جس سے اس عہد میں تاریخی ناموں سے دلچسپی اور رغبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

مظفر علی اسیر کا مظفر (۱۲۲۰ھ)،ظہور دہلوی کا ظہور علی (۱۲۲۱ھ)،غلام مولیٰ قلق کا محمد غلام مولیٰ (۱۲۴۹ھ)غلام حسنین قدر بلگرامی کا غلام حسنین (۱۲۴۹ھ)،مرزا خورشید عالم گورگانی کا خورشید عالم (۱۲۶۱ھ)،سید باقر حسن عرف اچھے صاحب کا شہرت حسین (۱۲۸۳ھ)، ابوالقاسم محمد شمس خلف الرشید نساخ کا مظہر الحق (۱۲۸۴ھ)محمد حسین آزاد کا ظہور اقبال (۱۲۴۵ھ)مرزا سخاوت علی فرزند حاتم علی بیگ مہر کا آغا بہرام (۱۲۵۰ھ)،نظیر حسین شائق اور منشی فضل حسین لکھنوی کا نظیر حسن (۱۲۷۸ھ)،منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی کا خورشید علی (۱۲۳۰ھ)،اور سید اقتدار احمد ساحر سہسوانی کا منظور علی (۱۳۰۶ھ) تاریخی نام ہے۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تاریخ گوئی سے دلچسپی رکھنے والے ادیبوں نے عوام کی سہولت کی خاطر تاریخی الفاظ کی فرہنگیں مرتب کیں۔ان فرہنگوں کا مقصد تاریخ گوئی سے دلچسپی رکھنے والے افراد کے لیے تاریخیں کہنے یا تاریخی نام رکھنے کے لیے سہولت اور آسانی پیدا کرنا تھا۔

ایک وقت وہ تھا جب لوگ اپنی بنائی ہوئی فرہنگوں کو عوام سے ایسا چھپایا کر رکھتے تھے گویا وہ کوئی قیمتی خزینہ ہو(شہرت ص ۱۳) لیکن انیسویں صدی میں کئی تاریخ گو ادبا نے ان خزائن کے منہ تاریخ گوئی سے دلچسپی رکھنے والے عوام کے لیے کھول دیے۔ان خزائن (فرہنگوں) میں محمد حسین حیدرآبادی کی 'مساوی الاعداد، حسین علی فرحت کی ام التواریخ، حافظ الٰہی بخش شائق کی آئینہء تواریخ ملقب بہ تحفہء شائق، منشی رام پرشاد ظاہر دہلوی کی کانِ تاریخ،مولوی محمد سعید کی گلشنِ خیال، حسین علی فرحت کی ،موجد التواریخ،شاہ محمد علیم الہٰ آبادی کی نصیحت مختصر،میر نادر علی رعد کی گنجینہء تواریخ،میر مہدی حسین رضوی الم کی گلبن تاریخ زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر عوام الناس کے ہاتھوں میں پہنچیں اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوئیں۔ان فرہنگوں کی ہاتھوں ہاتھ فروخت نے دوسرے ادیبوں کے دلوں میں بھی یہ امنگ پیدا کی ہوگی کہ وہ بھی ایسی ہی فرہنگ تیار کریں لیکن ہوا ان سے مختلف۔اس مؤقف کی تقویت امیر مینائی کی غیر مطبوعہ فرہنگ حمائل تاریخ سے ہوتی ہے۔یہ فرہنگ مذکورہ بالا تمام فرہنگوں کے انداز سے ہٹ کر تیار کی گئی۔ایسی ہی ایک اور فرہنگ منشی کرامت علی اظہر کی تحفہء خاقانی بھی ہے۔یہ فرہنگ بھی امیر مینائی کی فرہنگ کی طرح غیر مطبوعہ ہے۔ان فرہنگوں کے علاوہ بھی کئی اور فرہنگیں انیسویں صدی میں مرتب ہوئی ہوں گی۔ان فرہنگوں سے جستہ جستہ تاریخی نام دستیاب ہو جاتے تھے لیکن پھر بھی مطلوبہ نام تلاش کرنے میں دقت پیش آتی تھی۔ اکثر اوقات اچھے نام ملتے ہی نہیں تھے۔اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے سب سے پہلا قدم منشی حسین علی فرحت نے اٹھایا اور مختصر سا کتابچہ موجد التواریخ کے نام سے مرتب کیا۔اس کتابچے کے سبب تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے حسین علی فرحت لکھتے ہیں:

> نام آوری سے مطلب نہیں اگر مطلب ہے تو فقط یہ کہ تاریخی نام کے طالب علموں کو ہر برس میں بہت سے نام حاصل ہوں اور جو اس امر کو ناممکن خیال کرتے تھے میری اس یادگار پر مائل ہوں اگر ملک تاریخی نام ہی بچوں کے رکھا کرے تو میرے نزدیک اُس میں ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ اُس کے سبب سے ہر شخص اپنی عمر جان سکے گا اور تعداد عمر بلا حجت مان سکے گا۔حال کی سی بے انتظامی نہ ہوگی کہ ماں باپ تک کو بچوں کی عمر یاد نہیں رہتی۔اب ان ماں باپ تو کجا تاریخی نام کے ذریعے سے ہر شخص کی عمر ہر انسان معلوم کر سکتا ہے اور صیغہ لاعلمیت کو معدوم کر سکتا ہے۔(ص ۲)

مندرجہ بالا بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حسین علی فرحت نے یہ کتابچہ شہرت اور ناموری کے حصول کی خاطر ترتیب نہیں دیا بلکہ یہ کتابچہ وقت کی ضرورت بھی تھی اور معاصرین کی طلب اور خواہش بھی۔فرحت کے معاصرین نے انھیں مشورہ دیا تھا کہ جس طرح انھوں نے تاریخی

الفاظ کی فرہنگ مرتب کی تھی اسی طرح تاریخی ناموں کی بھی ایک فرہنگ تیار کردی جائے تو اس میں ان کا بھی بھلا ہوگا اور لوگوں کا بھی۔ یہ لغت مرتب ہونے سے درپردہ تاریخ گو شعرا کا بھی دردِ سر ختم ہو جائے گا کہ انھیں روز روز کی فرمائشوں سے جان چھٹ جائے گی اور لوگوں کو بھی آئے روز کی تاریخ گو شعرا کی خوشامد سے نجات حاصل ہوگی۔ فرحت کا بیان ہے:

> اب بندے سے اکثر شعرا نے فرمایا کہ جس طرح تاریخ گوئی میں آپ نے بے بدل ڈکشنری لکھ دی ہے اسی طرح ناموں کی بھی ڈکشنری آپ لکھیں، جن اشخاص کو جس سن کے نام مطلوب ہوں اور جیسے مرغوب ہوں، اُس میں سے نکال لیں اور اپنی طرز و خواہش کے نام دیکھ بھال لیں۔
>
> تاریخی نام لوگوں کے ہوویں جدا جدا انسانوں کی ہے جیسے کہ صورت نئی نئی (ص ۲)

موجد التواریخ بتیس صفحات کا مختصر سا کتابچہ ہے۔ اس کتابچے میں ۱۳۰۱ھ سے ۱۴۰۰ھ تک ایک سو سال میں پیدا ہونے والے بچوں کے تاریخی نام درج کیے گئے ہیں۔ نو آموز تاریخ گو شعرا اور تاریخ گوئی سے دلچسپی رکھنے والے افراد کے لیے یہ ایک بہت بڑی سہولت تھی۔ اس فرہنگ کی اشاعت کے بعد اس عہد کے لوگوں کی ایک بہت بڑی ضرورت پوری ہوئی۔ اس کے بعد بھی دو چار اور ایسی ہی فرہنگیں شائع ہوئی ہوں گی لیکن ہنوز راقم الحروف کی دسترس میں نہیں آسکیں تاہم اس سلسلے میں حافظ فیروالدین ککے زئی کی کتاب تاریخی خزانہ کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ یہ فرہنگ ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی۔ اس فرہنگ میں ۱۳۲۶ھ سے ۱۴۰۰ھ تک کے تاریخی نام درج کیے گئے ہیں۔ حافظ فیروز الدین ککے زئی نے اس فرہنگ کے سببِ تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ ان کے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی تو وہ ایک ماہ تک اس کے لیے موزوں اور مناسب نام کی تلاش کرتے رہے لیکن انھیں اپنے بچے کے لیے کوئی ایک بھی عمدہ نام دستیاب نہ ہوسکا۔ اس ناکامی سے انھیں اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ ان کی طرح اور بہت حسرتوں کے مارے افراد ہوں گے جو اپنی اولاد کے لیے تاریخی ناموں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہوں گے چناں چہ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے انھوں نے تاریخی خزانہ کو مرتب کیا۔ (ص ۲) غرض یہ کہ انیسویں صدی میں تاریخی نام رکھنے کا رواج عام تھا، خواہ وہ کسی کتاب کا ہو یا کسی فرد کا۔

اگلے صفحات میں انیسویں صدی کی تصانیف، تخلیقات، تالیفات اور افراد کے تاریخی ناموں کی فہرست پیش کی جارہی ہے۔ یہ فہرست انیسویں صدی کے تمام تاریخی ناموں کا احاطہ تو نہیں کرتی البتہ اس صدی کے منتخب نمائندہ تاریخی ناموں کو محیط ضرور ہے۔ اس صدی کے اگر تمام تاریخی ناموں کی فہرست مرتب کی جائے تو پوری ایک کتاب ضخیم کتاب درکار ہوگی۔ اگلے صفحات میں پیش کیے گئے تقریباً تمام تاریخی ناموں کا تعلق اردو تصانیف سے یا اردو کے ادیبوں سے ہے۔ فارسی تصانیف اور فارسی کے ادبا کے تاریخی ناموں کو اس فہرست میں شامل کرنے سے شعوری طور پر گریز کیا گیا ہے بہ صورت دیگر مقالے کی ضخامت میں مزید اضافہ ہوسکتا تھا۔ آخر میں ان ناموں سے متعلق حواشی درج کیے گئے ہیں۔

انیسویں صدی کے نامِ تاریخی

۱۔	عمدہ منتخبہ	۱۲۱۶ھ	(عمدہ منتخبہ، ص۱)
۲۔	مذہب عشق	۱۲۱۷ھ	(جائزہ مخطوطات اردو، ص ۱۰۱۲)
۳۔	مظفر	۱۲۲۰ھ	(لکھنؤ کے چند نامور شعرا، ص ۱۷۵)
۴۔	ظہور علی	۱۲۲۱ھ	(دیوان ظہور، ص ۱۸۴)
۵۔	مجموعہ نغز	۱۲۲۱ھ	(مجموعہ نغز، ص ۴)

٦۔	طبقات سخن	١٢٢٢ھ	(تذکرہ طبقات سخن، ص٦٨)
٧۔	ذوالفقار علی	١٢٢٨ھ	(دیوان واسطی، ص٥)
٨۔	چراغِ بےدود	١٢٣٠ھ	(جائزہ مخطوطات اردو، ص١١١٣)
٩۔	خورشید علی	١٢٣٠ھ	(ملخص تسلیم، ص٨٢، خم خانہء جاوید، جلد دوم، ص١٧)
١٠۔	خورشید علی	١٢٣٠ف	(دفتر تاریخ تتمہ دوم، ص٤٤)
١١۔	داغ بےدود	١٢٣١ھ	(تلامذہ مصحفی، ص٢٣٤)
١٢۔	فسانہء غم	١٢٣٦ھ	(تلامذہ مصحفی، ص٢٩٠)
١٣۔	ذوالفقار حسن	١٢٣٦ھ	(طبقات شعرائے ہند، ص٤٥٦)
١٤۔	ظہور اقبال	١٢٤٥ھ	(آب حیات، ص[ا])
١٥۔	شمس الضحٰی	١٢٤٩ھ	(زبان ریختہ، ص١٣)
١٦۔	شمس الضحٰی	١٢٤٩ھ	(جلوہء خضر، جلد دوم، ص٢٠٧)
١٧۔	محمد غلام مولیٰ	١٢٤٩ھ	(قلق میرٹھی حیات اور کارنامے، ص١٨)
١٨۔	غلام حسنین	١٢٤٩ھ	(کلیات قدر، ص٢)
١٩۔	آغا بہرام ١٢٥٠ھ۔آغا مرزا ١٢٥٠ھ		(الماس درخشاں، ص٤٥٤)
٢٠۔	آغا میر	١٢٥٢ھ	(خم خانہ جاوید جلد اول، ص٣٣٢)
٢١۔	ریاض البحر	١٢٥٢ھ	(ریاض البحر، ص سرورق)
٢٢۔	لخت جگر	١٢٥٣ھ	(خم خانہ جاوید جلد اول، ص٢٥٠)
٢٣۔	نظم مبارک	١٢٥٣ھ	(نظم مبارک و نظم گرامی، ص٣٩١)
٢٤۔	سراج نظم	١٢٥٤ھ	(سراج نظم، ص٩٠)
٢٥۔	دفتر اشعار	١٢٥٦ھ	(کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات، جلد اول، ص٤٢)
٢٦۔	گلدستہ کلامِ رحمت	١٢٥٨ھ	(گلدستہء محسن، گلدستہ کلام رحمت، ص سرورق)
٢٧۔	دستور النصیحت	١٢٥٩ھ	(دستور النصیحت، ص سرورق)
٢٨۔	نظم گرامی	١٢٦١ھ	(نظم مبارک و نظم گرامی، ص٣٩١)
٢٩۔	خورشید عالم	١٢٦١ھ	(خم خانہ جاوید جلد سوم، ص٧٩)
٣٠۔	باغ ریحان	١٢٦٢ھ	(آثار الشعرائے ہنود، ص٦٨)
٣١۔	حکایت سخن سنج	١٢٦٢ھ	(اردو کی نثری داستانیں، ص٣٩٨)
٣٢۔	بیانِ آخرت	١٢٦٤ھ	(جائزہ مخطوطات اردو، ص٩٨)

۳۳۔	منتخب العالم	۱۲۶۴ھ	(منتخب العالم، سرورق وص ۳۱۵)
۳۴۔	معارج الفضائل	۱۲۶۶ھ	(اردو مثنوی شمالی ہند میں، ص ۱۹۱)
۳۵۔	ارشاد خاقانی	۱۲۶۸ھ	(واجد علی شاہ کی ادبی و ثقافتی خدمات، ص)
۳۶۔	تنویر الاشعار	۱۲۶۹ھ	(کلیات منیر، ص سرورق)
۳۷۔	تسخیر	۱۲۷۰ھ	(چہل حدیث مع شرح منظوم، ص سرورق)
۳۸۔	گلستان سخن	۱۲۷۱ھ	(گلستان سخن جلد اول، ص ۲۸)
۳۹۔	گلستان سخن	۱۲۷۱ھ	(اسیر اور ان کا عہد، ص ۳۲۲)
۴۰۔	ریاض مصنف	۱۲۷۱ھ	(اسیر اور ان کا عہد، ص ۳۲۲)
۴۱۔	بلبل نغمہ سنج	۱۲۷۲ھ	(اردو کی نثری داستانیں، ص ۴۹۸)
۴۲۔	ریاض المسلمین	۱۲۷۲ھ	(اردو مثنوی شمالی ہند میں، جلد دوم، ص ۱۹۱)
۴۳۔	ریاض المسلمین	۱۲۷۲ھ	(مثنوی نگاری، ص ۱۰۵)
۴۴۔	ضیائے تمنا	۱۲۷۲ھ	(ادبی مقالے، ص ۱۶۴)
۴۵۔	دفتر فصاحت	۱۲۶۳ف	(دفتر فصاحت، ص سرورق)
۴۶۔	دستور الشعرا	۱۲۷۲ھ	(یادگار ضیغم، ص ۵۹)
۴۷۔	آئین اختر	۱۲۷۲ھ	(آئین اختر، ص سرورق)
۴۸۔	عروس مضمون	۱۲۷۲ھ	(عروس مضمون، ص سرورق)
۴۹۔	غنچۂ آرزو	۱۲۷۲ھ	(دبستان آتش، ص ۱۸۲)
۵۰۔	نیّر اعظم	۱۲۷۳ھ	(تحقیقی نوادر، ص ۴۳۷)
۵۱۔	خلاصۃ التقویٰ	۱۲۷۳ھ	(اردو مثنوی شمالی ہند میں، جلد دوم، ص ۱۹۱)
۵۲۔	داغ جگرِ ماہ	۱۲۷۴ھ	(دبستان آتش، ص ۲۱۳)
۵۳۔	خزینتہ الشعرا	۱۲۷۴ھ	(اردو کا ایک نایاب تذکرہ، خزینتہ الشعرا، ص ۹۳)
۵۴۔	ابیات نعت	۱۲۷۴ھ	(کلیات نعت مولوی محمد محسن، ص ۴۸)
۵۵۔	مخمس نعتیہ	۱۲۷۵ھ	(کلیات نعت مولوی محمد محسن، ص ۴۸)
۵۶۔	چتر شاہنشاہی	۱۲۷۵ھ	(کلیات محسن، ص ۲۷)
۵۷۔	زبان ریختہ	۱۲۷۵ھ	(زبان ریختہ، ص سرورق)
۵۸۔	حزن اختر	۱۲۷۵ھ	(واجد علی شاہ، ص ۱۸۲)
۵۹۔	سروش سخن	۱۲۷۶ھ	(سروش سخن، ص ۲۸۸)
۶۰۔	دفتر بے مثال	۱۲۷۶ھ	(دفتر بے مثال، ص سرورق)
۶۱۔	قمر مضمون	۱۲۷۶ھ	(واجد علی شاہ کی ادبی و ثقافتی خدمات، ص ۲۶۸)
۶۲۔	شیوع فیض	۱۲۷۶ھ	(واجد علی شاہ کی ادبی و ثقافتی خدمات، ص ۲۵۵)

۶۳۔	سرورریاض	۱۲۷۷ھ	(سیرشہردہلی موسوم بہ سرورریاض، ص سرورق)
۶۴۔	محاربہء عظیم	۱۲۷۷ھ	(تاریخ بغاوت ہند، ص سرورق)
۶۵۔	تصویرشعرا	۱۲۷۷ھ	(ادبی مقالے، ص ۲۴۸)
۶۶۔	الف لیلہء نومنظوم	۱۲۷۸ھ	(اردو مثنوی شمالی ہند میں جلد دوم، ص ۲۸۱)
۶۷۔	مہرغالب	۱۲۷۸ھ	(عودہندی، ص سرورق)
۶۸۔	نظیرحسن	۱۲۷۸ھ	(خم خانہ جاوید، جلد دوم، ص ۱۶۳)
۶۹۔	نظیرحسن	۱۲۷۸ھ	(تحقیق شمارہ، ۱۴۔۱۳، ص ۴۱۴)
۷۰۔	خزائن الفصاحت	۱۲۷۸ھ	(دیوان امانت، ص سرورق)
۷۱۔	شبستان سرور	۱۲۷۹ھ	(اردو کی نثری داستانیں، ص ۷۹)
۷۲۔	ریاض سحر	۱۲۷۹ھ	(ریاض سحر، ص سرورق)
۷۳۔	تواریخ نادرالعصر	۱۸۶۳ء	(تواریخ نادرالعصر، ص ۶)
۷۴۔	مرزا سراج دین احمد خان	۱۲۸۰ھ	(غالبیات کچھ مطالعے اور مشاہدے، ص ۱۶۵)
۷۵۔	تلخیص معلی	۱۲۸۰ھ	(تلخیص معلی، ص ۴۴)
۷۶۔	شاہد عشرت	۱۲۸۰ھ	(نساخ حیات و تصانیف، ص ۲۰۲)
۷۷۔	نایاب تواریخ	۱۲۸۱ھ	(دیوان تواریخ، ص ۴۲)
۷۸۔	سخن شعرا	۱۲۸۱ھ	(سخن شعرا، ص ۳)
۷۹۔	مرغوب دل	۱۲۸۲ھ	(نساخ حیات و تصانیف، ص ۲۰۵)
۸۰۔	سبد باغِ دودر	۱۲۸۳ھ	(باغ دودر، ص ـ ـ)
۸۱۔	شہرت حسین	۱۲۸۳ھ	(خم خانہ جاوید، جلد پنجم، ص ۲۰۰)
۸۲۔	دیوان غریب	۱۲۸۳ھ	(تذکرہ شوکت نادری، ص ۱۶)
۸۳۔	جادہء تسخیر	۱۲۸۳ھ	(جادہء تسخیر، ص سرورق)
۸۴۔	مظہرالحق	۱۲۸۴ھ	(خم خانہ جاوید، جلد پنجم، ص ۳۱)
۸۵۔	مظہرالحق	۱۲۸۴ھ	(نوادر غالب، ص ۶۹)
۸۶۔	واسوخت اردو	۱۲۸۴ھ	(مجموعہ واسوخت، ص سرورق)
۸۷۔	صفیر آتش	۱۲۸۴ھ	(مجموعہ واسوخت، ص ۷۲)
۸۸۔	شکایت رنجش	۱۲۸۴ھ	(مجموعہ واسوخت، ص ۲۶)
۸۹۔	حسد اغیار	۱۲۸۴ھ	(مجموعہ واسوخت، ص ۱۱۶)
۹۰۔	بانگ اضطرار	۱۲۸۴ھ	(مجموعہ واسوخت، ص ۱۳۱)
۹۱۔	غبار طبع	۱۲۸۴ھ	(مجموعہ واسوخت، ص ۶۰)
۹۲۔	بیاض عشاق	۱۲۸۴ھ	(بیاض عشاق، ص سرورق)

۹۳۔	دفتر شگرف	۱۲۸۴ھ	(دفتر شگرف، ص سرورق)
۹۴۔	مخزن فصاحت	۱۲۷۶ف	(مخزن فصاحت، ص سرورق)
۹۵۔	معراج المضامین	۱۲۸۶ھ	(معراج المضامین، ص ۲۹۰)
۹۶۔	شکرستان نادر	۱۲۸۶ھ	(تذکرہ شوکت نادری، ص ۱۵)
۹۷۔	مرقع خسروی	۱۲۸۶ھ	(تواریخ مرقع اودھ مسمیٰ بہ مرقع خسروی، ص سرورق)
۹۸۔	شبیہ عشرت	۱۲۸۷ھ	(ہماری زبان، جولائی ۱۹۸۱ء، ص ۲)
۹۹۔	کارنامہء عشرت	۱۲۸۷ھ	(اردو مثنوی شمالی ہند میں جلد دوم، ص ۲۴۹)
۱۰۰۔	نیکو اختر	۱۲۸۷ھ	(خم خانہ جاوید جلد چہارم، ص ۴۶۵)
۱۰۱۔	محامد خاتم النبیین	۱۲۸۷ھ	(محامد خاتم النبیین، ص سرورق)
۱۰۲۔	نظم نامور	۱۲۸۷ھ	(تحقیقی نوادر، ص ۴۲۷، واجد علی شاہ کی ادبی و ثقافتی خدمات، ص ۲۸۲)
۱۰۳۔	الماس درخشاں	۱۲۸۷ھ	(الماس درخشاں، ص سرورق)
۱۰۴۔	دیوان تواریخ	۱۲۸۸ھ	(دیوان تواریخ، ص ۴۳)
۱۰۵۔	قواعد العروض	۱۲۸۸ھ	(جلوہ خضر جلد دوم، ص ۲۳۰)
۱۰۶۔	اقوال مختلف، مرغوب دلہا ۱۲۸۸ھ	۱۲۸۸ھ	(خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم، ص سرورق)
۱۰۷۔	نظم ارجمند	۱۲۸۸ھ	(کلیات امیر اللہ تسلیم، ص سرورق)
۱۰۸۔	ام التواریخ	۱۲۸۹ھ	(ام التواریخ، ص سرورق)
۱۰۹۔	غنچہء علم کلام	۱۲۸۹ھ	(شمیم سخن، ص ۱۰۸)
۱۱۰۔	فغان محسن	۱۲۸۹ھ	(کلیات محسن، ص ۸۷)
۱۱۱۔	ضوابط عشاق	۱۲۸۹ھ	(ضوابط عشاق، ص سرورق)
۱۱۲۔	مظہر سعید	۱۲۸۹ھ	(خم خانہ جاوید جلد پنجم، ص ۹)
۱۱۳۔	دوایر خجستہ	۱۲۸۹ھ	(دوایر خجستہ ص، سرورق)
۱۱۴۔	جوہر عروض	۱۲۹۰ھ	(جوہر عروض، ص سرورق)
۱۱۵۔	نظم منیر	۱۲۹۰ھ	(کلیات منیر، ص سرورق)
۱۱۶۔	گلستان نازک خیالے	۱۲۹۰ھ	(گلستان نازک خیالے، ص سرورق)
۱۱۷۔	گنج تواریخ	۱۲۹۰ھ	(گنج تواریخ، ص سرورق)
۱۱۸۔	ملک اختر	۱۲۹۱ھ	(ملک اختر، ص ۷)
۱۱۹۔	نعمت المسرت	۱۲۹۱ھ	(ہماری زبان، ۱۵ جولائی ۱۹۸۱ء، ص ۲)
۱۲۰۔	نشید خسروانی	۱۲۹۱ھ	(نشید خسروانی، ص سرورق)
۱۲۱۔	فیض نشان	۱۲۹۱ھ	(فیض نشان، ص سرورق)

۱۲۲۔	نغمہء عندلیب	۱۲۹۱ھ	(گلستان بے خزاں، ص۲)
۱۲۳۔	گلدستہء ستایش	۱۲۹۱ھ	(گلدستہء ستایش، ص سرورق)
۱۲۴۔	ارمغان	۱۲۹۲ھ	(مقیاس الاشعار سرورق، ص۳)
۱۲۵۔	ارمغان	۱۲۹۲ھ	(ارمغان، ص سرورق)
۱۲۶۔	نظم دردمند	۱۲۹۲ھ	(دیوان یاس، ص سرورق)
۱۲۷۔	سرود غیبی	۱۲۹۲ھ	(سرود غیبی، ص سرورق)
۱۲۸۔	مرات خیالی	۱۲۹۲ھ	(تذکرہ النساء نادری، ص۱۷۷)
۱۲۹۔	سخن بے مثل	۱۲۹۲ھ	(کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات، جلد اول، ص۵۸)
۱۳۰۔	سخن بے مثال	۱۲۹۳ھ	(سخن بے مثال، ص۵)
۱۳۱۔	چمنستان خیالات النادر ۱۹۳۲ اسمت (۱۸۷۶ء)		(گلشن ناز، ص۱۳)
۱۳۲۔	نگارستان الفت	۱۲۹۳ھ	(کلیات محسن، ص۹۰)
۱۳۳۔	مدیح خیر المرسلین	۱۲۹۳ھ	(مدیح خیر المرسلین، ص سرورق)
۱۳۴۔	انیس بے نظیر	۱۲۹۳ھ	(کلیات سحر، ص سرورق)
۱۳۵۔	مکاتبہ متفرقہ	۱۲۹۳ھ	(مکاتبہ متفرقہ، ص سرورق)
۱۳۶۔	ملاذ الکلمات	۱۲۹۳ھ	(واجد علی شاہ ص۱۴۸، افسانہء لکھنؤ، ص ز)
۱۳۷۔	سنبلستان خیال	۱۲۹۴ھ	(اردو مثنوی شمالی ہند میں جلد دوم، ص۲۲۸)
۱۳۸۔	گلِ باغِ ارم	۱۲۹۴ھ	(خم خانہء جاوید، جلد سوم، ص۶)
۱۳۹۔	دستنبوئے خاقانی	۱۲۹۴ھ	(دستنبوئے خاقانی، ص سرورق)
۱۴۰۔	درۃ الانتخاب	۱۲۹۴ھ	(درۃ الانتخاب، ص سرورق)
۱۴۱۔	انتخاب نقص	۱۲۹۴ھ	(نساخ حیات و تصانیف، ص۲۶۸)
۱۴۲۔	کنز تواریخ ۱۲۹۴ھ		(کنز تواریخ، ص سرورق)
۱۴۳۔	ترجمان عصمت	۱۲۹۴ھ	(ترجمان عصمت، ص سرورق)
۱۴۴۔	نظم شہ	۱۲۹۵ھ	(نظم شہ، ص سرورق)
۱۴۵۔	باغ صبر	۱۲۹۵ھ	(خمخانہء جادوید، جلد پنجم، ص۲۷۲)
۱۴۶۔	تواریخ عزا	۱۲۹۵ھ	(تواریخ عزا، ص سرورق)
۱۴۷۔	سنان دلخراش	۱۲۹۶ھ	(دربار حسین، ص۲۳)
۱۴۸۔	توقیع سخن	۱۲۹۶ھ	(توقیع سخن، ص سرورق)
۱۴۹۔	خمخانہ	۱۲۹۶ھ	(جلوہ خضر جلد دوم، ص۲۳۵)
۱۵۰۔	شمع تعزیت	۱۲۹۷ھ	(تحقیقی نوادر، ص۳۵۷)

۱۵۱۔	فغانِ عندلیب	۱۲۹۷ھ	(مثنوی نگاری، ص ۱۶۸)
۱۵۲۔	تاریخ بدیع	۱۲۹۷ھ	(تاریخ بدیع، ص ۲۵۳)
۱۵۳۔	بوستان سطوت	۱۲۹۸ھ	(بوستان سطوت، ص سرورق)
۱۵۴۔	نظم شاداب	۱۲۹۸ھ	(رقعات فدا، ص سرورق)
۱۵۵۔	حدیقہء بےنظیر	۱۲۹۹ھ	(دیوان رفعت، ص سرورق)
۱۵۶۔	محمود اختر	۱۲۹۹ھ	(خم خانہء جاوید جلد پنجم، ص ۵۳)
۱۵۷۔	شاہد نظم	۱۳۰۰ھ	(شاہد نظم، ص سرورق)
۱۵۸۔	فریاد داغ	۱۳۰۰ھ	(فریاد داغ، ص سرورق)
۱۵۹۔	شاہد نظام	۱۳۰۱ھ	(افکار عاشق، ص سرورق)
۱۶۰۔	مضامین رفیع	۱۳۰۱ھ	(مضامین رفیع، ص سرورق)
۱۶۱۔	چراغ کعبہ	۱۳۰۱ھ	(چراغ کعبہ، ص سرورق)
۱۶۲۔	غازہء تعشق	۱۸۸۳ء	(اردو مثنوی شمالی ہند میں جلد دوم، ص ۳۱۰)
۱۶۳۔	کلیات مذاق	۱۳۰۲ھ	(کلیات مذاق، ص سرورق)
۱۶۴۔	ارمغانی	۱۳۰۲ھ	(ارمغانی، ص سرورق)
۱۶۵۔	سخن لاثانی	۱۳۰۲ھ	(کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات جلد اول، ص ۵۹)
۱۶۶۔	ترانہء خامہ	۱۳۰۲ھ	(نساخ حیات و تصانیف، ص ۲۱۶)
۱۶۷۔	لیاقت علی خان	۱۳۰۲ھ	(فن تحریر کی تاریخ، ص ۲۳۹)
۱۶۸۔	افادہء تاریخ	۱۳۰۲ھ	(نگار، تاریخ نمبر، جولائی ۱۹۶۳ء، ص ۳)
۱۶۹۔	باغ فکر	۱۳۰۳ھ	(نساخ حیات و تصانیف، ص ۲۲۳)
۱۷۰۔	نغمہء بہار	۱۳۰۳ھ	(نغمہء بہار، ص سرورق)
۱۷۱۔	حدیقتہ النثر	۱۳۰۳ھ	(حدیقتہ النثر، ص سرورق)
۱۷۲۔	تواریخ بدیع	۱۳۰۳ھ	(اردو مثنوی شمالی ہند میں، جلد دوم، ص ۲۲۹)
۱۷۳۔	ریاض صابر	۱۳۰۴ھ	(ریاض صابر، ص سرورق)
۱۷۴۔	منظور حق	۱۳۰۴ھ	(منظور حق، ص سرورق)
۱۷۵۔	نصیحت مختصر	۱۸۸۸ء	(نصیحت مختصر، ص سرورق)
۱۷۶۔	غنچہء رمز	۱۳۰۵ھ	(دیوان عالی، ص سرورق)
۱۷۷۔	چمنستان گفتار	۱۳۰۵ھ	(دیوان خنجر، ص سرورق)
۱۷۸۔	منظور علی	۱۳۰۶ھ	(خم خانہء جاوید، جلد چہارم، ص ۱۶)
۱۷۹۔	صنم خانہء عشق	۱۳۰۶ھ	(صنم خانہء عشق، ص ۳۲۶)

۱۸۰۔	نغمہءطرب	۱۳۰۶ھ	(واسوخت دہلوی، ص سرورق،۱۶)
۱۸۱۔	منظورعلی	۱۳۰۶ھ	(خم خانہءجادوید، جلد چہارم،ص ۱۹۰)
۱۸۲۔	ارمغان احباب	۱۳۰۶ھ	(تحقیقی نوادر، ص ۳۰)
۱۸۳۔	مدح پیغمبر	۱۳۰۶ھ	(کلیات نعت مولوی محمد محسن، ص ۹۵)
۱۸۴۔	نغمہءاردو	۱۳۰۶ھ	(کلیات راقم، ص سرورق)
۱۸۵۔	مخزن الفصاحت	۱۳۰۷ھ	(حکیم فصیح الدین رنج میرٹھی،ص ۱۷)
۱۸۶۔	مرغوب جہاں	۱۳۰۷ھ	(مرغوب جہاں، ص سرورق)
۱۸۷۔	رونق سخن	۱۳۰۷ھ	(رونق سخن،ص سرورق)
۱۸۸۔	مخزن الفصاحت	۱۳۰۷ھ	(مخزن الفصاحت معروف بہ دیوان عنایت،ص سرورق)
۱۸۹۔	تواریخ کامل	۱۳۰۸ھ	(اردو مثنوی شمالی ہند میں، جلد دوم،ص ۲۳۰)
۱۹۰۔	مددگارغم	۱۳۰۹ھ	(مددگارغم، ص سرورق)
۱۹۱۔	کلام مستورات ماہ جبیں	۱۳۰۹ھ	(کلام مستورات ماہ جبیں، ص سرورق)
۱۹۲۔	نغمہءآرزو	۱۳۰۹ھ	(دیوان تجمل، ص سرورق)
۱۹۳۔	خم کدہءخیال	۱۳۱۰ھ	(خم کدہء خیال معروف بہ جلوہ کمال،ص سرورق)
۱۹۴۔	انشائےنظم	۱۳۱۰ھ	(دلبرحسن، ص سرورق)
۱۹۵۔	چمنستان اقتدار	۱۳۱۰ھ	(کلیات بہار،ص ۱۸۵)
۱۹۶۔	شفاعت و نجات	۱۳۱۱ھ	(کلیات نعت مولوی محمد محسن، ص ۱۲۵)
۱۹۷۔	معیارنظم	۱۳۱۱ھ	(معیارنظم، ص سرورق)
۱۹۸۔	کارستان فصاحت	۱۳۱۱ھ	(دیوان منتہی، ص سرورق)
۱۹۹۔	ریاض فکر	۱۳۱۱ھ	(دیوان خیال جاناں،ص سرورق)
۲۰۰۔	مذاق عشاق	۱۳۱۲ھ	(دیوان مذیب،ص سرورق)
۲۰۱۔	سفرنامہءخسروی	۱۳۱۲ھ	(اردو مثنوی شمالی ہند میں جلد دوم، ص ۲۳۱)
۲۰۲۔	ارمغان جدید	۱۳۱۳ھ	(اردو کی نثری داستانیں، ص ۵۰۴)
۲۰۳۔	ساغرمے	۱۳۱۳ھ	(ساغرمے، ص سرورق)
۲۰۴۔	مراۃ الخیال	۱۳۱۳ھ	(دیوان راسخ، ص ۳۳۷)
۲۰۵۔	مرات الخیال	۱۳۱۳ھ	(کلام بےخود بدایونی،ص سرورق)
۲۰۶۔	خزینہءخیال	۱۳۱۳ھ	(خزینہءخیال، ص سرورق)
۲۰۷۔	چمنستان سخن	۱۳۱۴ھ	(چمنستان سخن، ص سرورق)
۲۰۸۔	منظورحسن	۱۳۱۴ھ	(خم خانہ جاوید، جلد پنجم،ص ۲۸۷)

۲۰۹۔	تجلیات عشق	۱۳۱۴ھ	(تجلیات عشق، ص سرورق)
۲۱۰۔	چمنستان سخن	۱۳۱۴ھ	(چمنستان سخن معروف به دیوان صادق،ص سرورق)
۲۱۱۔	نغمہء مسلسل	۱۳۱۵ھ	(اردو مثنوی شمالی ہندمیں، جلد دوم،ص ۲۳۳)
۲۱۲۔	مظہر معانی	۱۳۱۶ھ	(دیوان مجروح، ص سرورق)
۲۱۳۔	ساغر نو	۱۳۱۷ھ	(مثنوی نگاری، ص ۳۰۵)
۲۱۴۔	نظم دل فروز	۱۳۱۷ھ	(دیوان انور، ص سرورق ۱۶۴)
۲۱۵۔	نظم نونگار	۱۳۱۷ھ	(کلیات عرش، ص سرورق)
۲۱۶۔	نظم خوش آب	۱۸۹۹ء	(دیوان عنایت، ص سرورق)
۲۱۷۔	پری خانہء محبت	۱۳۱۸ھ	(دیوان فدا، ص سرورق)

حواشی وتعلیقات:

۱۔ عمدہ منتخبہ جسے 'تذکرہ سرور' بھی کہتے ہیں۔اردو شعرا کا تذکرہ ہے جس میں ۹۲۶ شعرا کے تراجم اوران کے کلام کا انتخاب درج کیا گیا ہے۔ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی نے اس تذکرے کو ۱۹۶۱ء میں تدوین کیا۔یہ تذکرہ شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی، دہلی سے مارچ ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔خواجہ احمد فاروقی کا خیال ہے کہ اس تذکرے کا آغاز ۱۲۱۵ھ یا ۱۲۱۶ھ میں اور اختتام ۱۲۲۴ھ میں ہوا۔'عمدہ منتخبہ' سید غالب علی خان کی کہی ہوئی تاریخ ہے۔۔دیکھیے:('عمدہ منتخبہ'،ص xvii)

۲۔ یہ نہال چندلاہوری کی اردو داستان کا تاریخی نام ہے۔مذہب عشق، شیخ عزت اللہ بنگالی کے فارسی قصے 'گل بکاؤلی' سے ماخوذ ہے۔یہ گل بکاؤلی کا لفظی اور مکمل ترجمہ نہیں۔یہ قصہ نہال چند لاہوری نے گل کرسٹ کی فرمائش پر ۱۲۱۷ھ مطابق ۱۸۰۳ء میں کیا۔مذہب عشق ۱۸۰۴ء میں پہلی بار طبع ہوئی۔دوسری اشاعت کے وقت میر شیر علی افسوس نے اور تیسری اشاعت کے لیے ۱۸۱۵ء میں تھامس روبک نے نظر ثانی کی۔تاج الملوک اور گل بکاؤلی کی یہ عشقیہ داستان چھبیس ابواب پر مشتمل ہے۔جس میں داستانوی عناصر تمام وکمال موجود ہیں۔گل کرسٹ نے ۹ ستمبر ۱۸۰۳ء کی فہرست میں کالج کونسل سے جن مصنفین کی کتابوں پر انعام کی سفارش کی تھی ان میں یہ داستان بھی شامل تھی۔'مذہب عشق' پر ۱۵۰ روپے انعام ملے تھے۔اس داستان کے ۱۱ قلمی نسخے نیشنل میوزیم کراچی، دو نسخے کتب خانہ سالار جنگ، ۵ کتب خانہ خدا بخش بانکی پور پٹنہ، دو کتب خانہ آصفیہ، ۱۵ انجمن ترقی اردو ہند ا کتب خانہ محبوب مدراس، ا کتب خانہ نواب فیلسوف جنگ حیدرآباد دکن میں موجود ہے۔'مذہب عشق' کا ایک مطبوعہ نسخہ (ناقص الاول) پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔جس کے عقبی سرورق پر یہ انگریزی عبارت تحریر ہے۔" Gool Bakawulee, A tale translated from the Persian by Munshi Nihal Chund for the use of the students in the new college at Fort William under the suprendence of John Gilchrist, Calcutta , printed at the Hindustanee Press 1804. اور اس سروق کے پچھلے صفحے پر یہ عبارت تحریر ہے۔" This work is inscribed to Captain David Rubertson of the Honourable Companys service on the Military Establishment of Bengal as a small token of regard and esteem by His Sincere Friend JOHN GILCHRIST" اس سے اگلے صفحے پر سات صفحے کا انگریزی میں دیباچہ ہے۔یہ نسخہ ص ۱۳ سے شروع ہوتا ہے۔ص ۲۰۶ سے فہرست گل بکاؤلی،ص ۲۰۹ سے ۲۲۰ تک غلط نامہ ہے۔مزید تفصیل کے لیے دیکھیے۔(جائزہ مخطوطات اردو، ص

۱۰۴۲-۱۱۰۱، 'فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات'، ص ۱۴۱-۱۳۱)

۳۔ یہ سید مظفر علی اسیر شاگرد مصحفی کا تاریخی نام ہے۔ اسیر ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۵ء میں قصبہ امیٹھی پرگنہ گوشائیں گنج، ضلع لکھنو میں پیدا ہوئے۔ (دیوان اسیر، ص ۵۰۰) ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے امیر مینائی کے حوالے سے ان کی پیدائش ۱۲۱۵ھ، ۱۸۰۰ء تحریر کی ہے۔ (لکھنو کا دبستان شاعری، ص ۳۹۶) عشرت لکھنوی نے آب بقا، ص ۳۵ پر سن ولادت ۱۲۲۹ھ تحریر کیا ہے۔ جو درست معلوم نہیں ہوتا۔ امیر مینائی نے اسیر کے والد نام مدد علی تحریر کیا ہے۔ (انتخاب یادگار، ص ۱۳) جب کہ رام بابو سکسینہ نے ان کے والد کا نام امداد علی تحریر کیا۔ (تاریخ ادب اردو، ص ۱۹۱) جو کہ اسیر کے شاگرد امیر مینائی کے بیان کی روشنی میں درست تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

۴۔ مولوی محمد ظہور علی دہلوی خلف مولوی فتح علی خان بہادر ۱۹ رجب ۱۲۲۱ھ کو دہلی کوچۂ شیدی قاسم میں پیدا ہوئے۔ (دیوان ظہور، ص ۱۸۴) کتب درسیہ مفتی صدرالدین خان آزردہ سے پڑھیں۔ اوائل مشق سخن میں چند غزلیں شاہ نصیر اور مومن خان مومن کو دکھائیں۔ بعدازاں ذوق مرحوم سے تلمذ اختیار کیا۔ ملازمت، پیشہ اور مشہور خوش نویس تھے۔ پہلے مدت تک تھانہ دار رہے پھر سر رشتہ تعلیم میں مدرس فارسی مقرر ہوئے۔ سرکار شاہی سے شمس الشعراء کا خطاب ملا تھا۔ ظہور کو معما کہنے میں بڑا کمال تھا۔ اس فن میں ایک رسالہ بھی تصنیف کیا تھا۔ ان کا دیوان دیوان ظہور کے نام سے ۱۳۰۰ھ میں میرٹھ سے شائع ہوا تھا۔ جس میں بیش تر غدر کے بعد کا کلام ہے۔ قصیدے اور مرثیے بھی خوب کہتے تھے۔ تاریخ گوئی میں خاص ملکہ تھا۔ ان کے دیوان میں تاریخوں کی کثرت اس بات کا ثبوت ہے۔ انھوں نے ۱۲۸۶ھ میں ۶۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ دیکھیے ((i) دیوان ظہور، ص ۱۸۰-۲۱۲، (ii) خمخانہ پنجم، ص ۴۷۹)

۵۔ حکیم قدرت اللہ خان قاسم کا یہ تذکرہ چھے سو ترانوے (۶۹۳) اردو شعرا کے حالات و کلام پر مشتمل ہے۔ اس کی اختتام کی تاریخ ۱۲۲۱ھ ہے۔ مجموعۂ نغز تاریخی نام ہے۔ جسے میر غالب علی خان سیدؔ نے اپنی رباعی میں بطور مادۂ تاریخ درج کیا ہے۔ (مجموعہ نغز، ص ۴) ڈاکٹر حنیف نقوی کے خیال میں ۱۲۱۵ھ کے قریب قاسم تذکرہ لکھنا شروع کر چکے تھے (شعرائے اردو کے تذکرے، ص ۶۴۸) اور ۱۲۲۱ھ کے بعد بھی اس میں تبدیلیاں اور اضافے کرتے رہے۔ ترمیم و اضافے کا یہ عمل ۱۲۲۵ھ تک کے شواہد خود مجموعہ نغز سے دستیاب ہوتے ہیں (ایضاً ص ۶۴۹) محمد حسین آزاد کی معرکتہ آلارا تصنیف آب حیات کا یہ ایک اہم ماخذ ہے۔ قاسم نے مجموعہ نغز کے سلسلے میں عمدہ منتخبہ، مجمع التفائس، ریاض الشعرا، مخزن نکات کے علاوہ دوسری تصانیف سے بھی استفادہ کیا۔ دیکھیے: (ایضاً ص ۶۴۹-۶۵۰)

۶۔ طبقات سخن تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۲۲ھ حاصل ہوتی ہے۔ یہ اردو گوشعرا کا تذکرہ ہے۔ اس کے مصنف شیخ غلام محی الدین مبتلا و عشق میرٹھی ہیں۔ اس تذکرے میں انھوں نے عہد محمد شاہ سے ۱۲۲۲ھ تک کے ۱۹۰ سے زائد اردو گوشعرا کے احوال اور ان کے کلام کا انتخاب دیا ہے۔ طبقات سخن کے نام سے جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے کہ شعرا کو طبقات میں تقسیم کیا گیا ہوگا۔ ایسا نہیں۔ مبتلا نے شعرا کے حالات و کلام کے اندراج میں حروف تہجی کے حساب سے کام لیا ہے۔ تذکرہ نگار نے شعرا کے تعارف میں بیشتر اجمال و اختصار سے کام لیا ہے۔ اس تذکرے کی خوبی یہ ہے کہ اس میں صرف غزل کے نمونوں پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ جا بجا دوسری اصناف سخن کے نمونے بھی پیش کیے گئے ہیں۔ مزید یہ کہ اس میں نثر کے کچھ قابل قدر نمونے ملتے ہیں جو اردو کے اسالیب بیان کی تاریخ میں نمایاں اہمیت کے حامل ہیں۔ اس کے تین نسخوں کی نشان دہی ہوتی ہے۔ ایک نسخہ لائبریری شاہ جہان پور، دوسرا برلن یونیورسٹی لائبریری اور تیسرا گوپی چند نارنگ کی ملکیت ہے۔ ڈاکٹر بیگم نسیم اقتدار علی کو اس تذکرے پر کام کرنے کے سلسلے میں پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی۔ ڈاکٹر صاحبہ نے ۱۹۹۱ء میں نظامی آفیسٹ پریس لکھنو سے اسے شائع کروا دیا۔ آغاز میں تذکروں کی اہمیت تاریخ اور ارتقاء مولف تذکرہ کے حالات، مذکورہ بالا تینوں تذکروں کا موازنہ اور پھر نسخہ شاہ جہان پور کا مکمل عکسی متن کتاب میں شائع کر دیا گیا ہے۔ جسے پڑھنا کارِ دارد ہے۔

۷۔ یہ سید فضل رسول خان واسطی شاگرد مظفر علی اسیر تعلقہ دار جلال پور سندیلہ اودھ کا تاریخ نام ہے۔ واسطی ۱۹ جمادی الاول ۱۲۲۸ھ میں قاضی مسیح الزماں کے مکان میں امیٹھی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر میں درسی کتب امیٹھی میں پڑھیں۔ ۲۰ سال کی عمر میں ریزیڈنسی

گوالیار اور بعہدہ منشی گری اجنٹی جودھ پور رہے۔ بعد ازاں عہدہ میر منشی گری راجھستان مقرر ہوئے اور منشیان عالی شان کے سر دفتر ہوئے۔ ۲۰ برس بعد استعفیٰ دے کر اپنے اپنے وطن میں آ رہے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں تمام مال ومنال لٹ گیا مگر سرکار انگلشیہ نے بصلہ خیر خواہی و جانفشانی کے انتیس موضعے انعام میں عطا کیے۔ ایک کتاب مسمیٰ بہ تسہیل العلوم تصنیف کی۔ دیوان واسطی ان کا اردو دیوان ہے۔ یہ ۲۲ربیع الاول ۱۲۸۸ھ کو مطبع منشی نول کشور سے شائع ہوا۔ (دیکھیے: دیوان واسطی ص ۶-۱)

۸۔ یہ طالب علی خان عیشی کا مرتب کردہ فارسی اور اردو شعرا کی غزلیات کا مجموعہ ہے۔ حصہ اول میں انھوں نے فارسی شعرا کی غزلیات درج کی ہیں جن میں صائب، سلیم واقف، مصحفی، زایر، احمد کی ایک ایک غزل اور عیشی کی دو غزلیں بھی ترتیب کے بغیر شامل ہیں۔ اس کے برعکس اردو غزلیں شعرا کے تخلصوں کے مطابق حروف تہجی کے اعتبار سے درج کی گئی ہیں۔ شعرائے فارسی کی غزلیات کا عنوان 'لمعۂ اول بزبان فارسی'' ہے اور اردو شعرا کی غزلیات کا عنوان 'لمعۂ دوم بزبان اردو'' ہے۔ اس کا ایک نسخہ ڈاکٹر کافی محمد فضل عظیم کراچی کے کتب خانہ میں ہے جب کہ بنارس یونیورسٹی کے کتب خانہ میں نسخۂ کلیات عیشی اور رضا لائبریری رام پور کے نسخۂ کلیات میں بھی سرو چراغاں شامل ہے۔ یہ رسالہ شائع نہیں ہوا۔ دیکھیے: (جائزہ مخطوطات اردو، ۱۱۰۳-۱۱۱۳) آزاد نے آب حیات میں اسے مثنوی لکھا ہے جو کہ درست نہیں۔ (آب حیات، ص ۲۴۹)

۹۔ یہ منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی کا تاریخی نام ہے۔ تسلیم ۲۲/۲۱ رجب ۱۲۳۰ھ کو پیدا ہوئے۔ (ملخص تسلیم ص ۸۲) آپ شیخ علی بخش بیمار کے شاگرد رشید تھے۔ تاریخ گوئی میں باکمال تھے۔ ان کی تصنیف میں زنبیل تاریخ'، 'مثنوی سعدین'، 'ملخص تسلیم وغیرہ معروف ہیں۔ اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔ آپ کی وفات ۱۲ شوال ۱۳۰۹ھ دوشنبہ کو ہوا۔ (خم خانہ جاوید جلد دوم ص ۱۷)

۱۰۔ سید محمد جعفر نے اپنی کتاب دفتر تاریخ میں خورشید لکھنوی کی وفات کی تین تاریخیں درج کی ہیں جس میں سے ایک تاریخ میں ان کا نام تاریخی خورشید علی استعمال کیا ہے اور حاشیے میں لکھا ہے کہ ''در اخبار امامیہ لکھنو دیدم کہ خورشید علی نام تاریخی ولادت ۱۲۳۰ف بود'' (دفتر تاریخ، ص ۴۴) ان تاریخوں کے عنوان میں بھی نام پر خورشید علی صاحب نفیس مرحوم لکھا ہے۔ (ایضا، ص ۴۳)

۱۱۔ یہ طالب علی خان عیشی کی تالیف ہے۔ فارسی اور اردو غزلوں کا مجموعہ ہے۔ یہ غزلیں صائب کی اس زمین میں لکھی گئی ہے:

برسرائے را کہ باشد از دل روشن چراغ می جھد شبہائے تار از دیدۂ روزن چراغ

اس میں فارسی کے آٹھ اور اردو کے تینتیس شعرا کے کلام کو جمع کیا گیا ہے۔ افسر امروہوی نے اس کا سال ترتیب ۱۲۳۰ھ لکھا ہے۔ جب کہ داغ دود سے ۱۲۳۱ھ برآمد ہوتے ہیں۔ دیکھیے: (تلامذہ مصحفی، ص ۲۳۴)

۱۲۔ یہ کرپا دیالی مضطر شاگرد مصحفی کا قصیدہ ہے جس کا نام ریاض الشہدا ہے۔ یہ قصیدہ ۱۴۲۵ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں مضطر نے واقعہ کربلا کی تفصیلات رقم کی ہیں۔ اس قصیدے میں تشبیب کے ۱۳۸ اشعار کے بعد ختم المرسلین حضرت محمدؐ، حضرت فاطمہ الزہراؓ، حضرت علیؓ، حضرت حسینؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت علی اصغرؓ کے علاوہ حضرت زین العابدین سے حضرت امام عسکریؓ تک کی شہادتوں کا ذکر ہے۔ اس قصیدے کا خاتمہ حضرت مہدیؓ کی غیبت پر ہوتا ہے۔ مضطر کی یہ تصنیف ان کے بھتیجے کانشی رام کی طرف سے ۱۲۹۰ھ میں پنڈت بج ناتھ کے مطبع ثمر ہند میں چھپی۔ تفصیل دیکھیے: (تلامذہ مصحفی، ص ۲۹۰-۲۹۱)

۱۳۔ یہ شیخ محمد بخش اللہ ہاشمی مسرور کا تاریخی نام ہے۔ ان کی پیدائش مارہیرہ ضلع علی گڑھ میں ۱۲۳۶ھ مطابق ۱۸۲۰ء میں ہوئی۔ ۱۲۴۷ھ تک حیات تھے۔ (طبقات شعرائے ہند، ص ۴۵۶)

۱۴۔ یہ محمد حسین آزاد کا تاریخی نام ہے اور تاریخ پیدائش ہے جو ذوق نے کہی۔ محمد حسین آزاد ۱۸ رذی الحجہ ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۰ رجون ۱۸۳۰ء کو بروز جمعرات دہلی میں پیدا ہوئے۔ (آب حیات، ص ۱۷)

۱۵۔ عبدالغفور خان نساخ تاریخی نام ہے۔ نساخ نے اپنی تاریخ ولادت خود کہی ہے۔ جس میں اپنا تاریخی نام بھی شامل کیا ہے۔ دیکھیے: (ضمیمہ گنج تواریخ، ص ۸۵)

۱۶۔ سید فرزند احمد صغیر بلگرامی کا تاریخی نام ہے جس سے ان کے سال پیدائش کا سنہ نکلتا ہے۔ سید فرزند احمد صفیر تخلص خلف میر سید احمد احمدؔ مارہرہ میں پیدا ہوئے۔ پندرہ برس کی عمر میں شعر گوئی کا شوق دامن گیر ہوا۔ لکھنو جا کر شیخ امان علی سحر کے شاگرد ہوئے۔ بعد غدر مرزا دبیر کے ہمراہ پٹنہ گئے اور ایک عرصہ تک ان کے ساتھ رہ کر مرثیہ گوئی و مرثیہ خوانی کی مشق کی۔ فارسی میں غالب سے تلمذ تھا۔ عرصہ دراز تک شاہ آباد آرہ میں سکونت پذیر رہے کثیر التصانیف تھے۔ تین دیوان اردو، واسوخت، بیس مثنویاں، مراثی و سلام، قصہ روح افزا، ترجمہ بوستان خیال، تذکرہ حب وطن اور تذکرہ جلوہ خضر ان سے یادگار ہیں۔ لالہ سری رام نے تذکرے کا نام جلوۂ اختر لکھا ہے جو کہ درست نہیں (پنجم، ص ۳۳۹) ۱۸۹۴ء میں انتقال کیا۔

۱۷۔ قلق کا پورا نام محمد غلام مولیٰ اور قلق تخلص تھا لیکن مولیٰ بخش قلق کے نام سے مشہور ہوئے۔ قلق ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۸۳۳ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ محمد غلام مولیٰ تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۴۹ھ برآمد ہوتے ہیں۔ (قلق میرٹھی، حیات اور کارنامے، ص ۱۸)

۱۸۔ سید غلام حسنین ابن سید خلف علی حسینی واسطی بلگرامی جمادی الآخر ۱۲۴۹ھ میں محلہ سلہڑہ مشرقی بلگرام مضافات لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ (کلیات قدر، ص ۲)

۱۹۔ یہ آغا سخاوت علی فرزند میرزا حاتم علی بیگ مہر کا تاریخی نام ہے۔ یہ نام ان کے والد نے رکھا تھا۔ آغا سخاوت علی میرزا عنایت علی بیگ ماہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ (مکاتبہ متفرقہ، ص ۱۴)

۲۰۔ یہ منشی محمد عبدالعزیز اعجازؔ معروف بہ اعجاز رقم کا تاریخی نام ہے۔ ان کے والد کا نام محمد صالح ہے۔ یہ سہسوان ضلع بدایوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ایام طفولیت میں لکھنو آئے اور وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ فن سخن کی تحصیل اوّل مولوی الٰہی بخش نازش اور پھر اسیر لکھنوی سے کی۔ آخر آخر امیر مینائی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ تاریخ کہنے کا بھی ملکہ حاصل تھا۔ خم خانۂ جاوید، جلد اول، کی تالیف (۱۳۲۵ھ) تک حیات تھے۔ دیکھیے: (خم خانۂ جاوید، جلد اول، ص ۳۳۳)

۲۱۔ یہ امداد علی بحر شاگرد ناسخ کے اردو دیوان کا تاریخی نام ہے۔ ۱۲۵۲ھ میں اس دیوان کی ترتیب عمل میں آئی۔ دیوان کی ترتیب سید محمد خان رند نے دی۔ اور غالباً یہ تاریخی نام بھی رند کا تجویز کردہ ہے۔۔۔ ریاض البحر، امداد علی بحر شاگرد ناسخ کا ردیف وار اردو دیوان ہے جس میں ۶۳۸ غزلیں شامل ہیں۔ ہر غزل پر نمبر شمار درج ہے۔ ص ۶۳۸ پر غزلیں ختم ہوتی ہیں۔ اس کے بعد رباعیات، امیر اللہ تسلیم کی تقریظ اور آخر میں بحر کے علاوہ حاتم علی بیگ مہر، منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی، میر خیرات علی خاں نجم، وارث علی فہم، میروزیر نور، محمد امداد حسین صفیر، مرزا محمد باقر حسین بلیغ اور میر طاہر علی کی تاریخیں درج ہیں۔ ریاض البحر تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۵۲ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ دیوان کی ترتیب کا سال ہے۔ بحر کے تاریخی قطعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دیوان کی ترتیب سید محمد خان رند کے ہاتھوں ہوئی۔ بحر کا یہ دیوان ترتیب کے ۳۳ سال بعد ۲۹ شعبان ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۸۶۸ء میں بحر ہی کی زندگی میں مطبع مصطفائی محمد خان سے شائع ہوا۔

۲۲۔ یہ مولوی رستم علی خاں مزیب فرخ آبادی کا تاریخی نام ہے۔ فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔ ۱۳۰۹ھ میں اردو دیوان بھی شائع ہوا۔ (خم خانۂ جاوید، جلد اول، ص ۲۵۰)

۲۳۔ نظم مبارک میر علی اوسط رشک کے دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۵۳ھ برآمد ہوتا ہے جو دیوان کی تکمیل کی تاریخ ہے۔ یہ دیوان رشک کے مجموعے نظم مبارک و نظم گرامی کے حوض میں شامل ہے۔ نظم مبارک کے آغاز میں خمسہ، منقبت علیؓ، خمسہ نعت نبی ﷺ، پھر خمسہ منقبت علیؓ اور اس کے بعد ردیف وار اردو غزلیات ہیں۔

۲۴۔ یہ امام بخش ناسخ کی مذہبی مثنوی کا تاریخی نام ہے جس میں ملا باقر مجلسی کی تصنیف حدیث مفضل کو اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ جو ناسخ کی وفات کے بعد مطبع مصطفائی سے شائع ہوئی۔

۲۵۔ یہ دیوان حنا مصنفہ عبدالکریم حنا کے اردو دیوان کا تاریخی نام ہے جو ۱۲۵۶ھ میں مرتب ہوا۔

۲۶۔ گلدستہ کلام رحمت محسن کاکوری کا نعتیہ قصیدہ ہے۔ جسے انھوں نے ۱۶ سال کی عمر میں لکھا۔ یہ محسن کا پہلا قصیدہ ہے جو نظر ثانی سے محروم رہا۔ اس قصیدے کی نشان دہی مولوی محمد احسن کی بیاض سے ہوئی۔ کہیں کہیں الفاظ واضح پڑھے نہیں گئے اس لیے چند اشعار ترک کر دیے گئے اور باقی شامل کر لیے گئے۔ اس میں اشعار کی کل تعداد ۵۲ ہے۔ گلدستہ کلام رحمت تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۵۸ھ برآمد ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر علی جواد زیدی نے قصیدہ نگاران اتر پردیش، ص ۲۷۲ میں اس کا نام گلدستہ رحمت لکھا ہے اور نام کو تاریخی ماننے سے انکار کیا۔ ہے۔ دراصل انھوں نے ڈاکٹر ابو محمد سحر کے مقالہ اردو میں قصیدہ نگاری سے اس قصیدہ کا نام نقل کیا ہے۔ چونکہ کتابت کی وجہ سے وہاں غلط نقل ہوا ہوگا۔ میرے پیش نظر اردو میں قصیدہ نگاری کا تیسرا ایڈیشن ہے اس میں اس کا صحیح نام گلدستہ کلام رحمت ہی تحریر ہے۔ (ص ۲۲۵) بر بنا ایں انھوں نے اسے ڈاکٹر ابو محمد سحر کی غلطی پر محمول کیا اور قصیدہ کے نام کو تاریخی ماننے سے انکار کیا ہے۔ علی جواد زیدی کو تسامح ہوا۔ گلدستہ کلام رحمت کلیات نعت مولوی محمد محسن میں شامل ہے جسے محسن کاکوری کی وفات کے بعد مولوی محمد نور الحسن نے الفاظ پریس لکھنو سے ۱۳۲۴ھ جون ۱۹۰۸ء میں شائع کروایا۔

۲۷۔ یہ منشی احمد علی رسا کی مثنوی ہے۔ دستور النصیحت تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۵۹ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ مثنوی کا سال تکمیل ہے۔ منشی احمد علی نے یہ مثنوی عوام کے اخلاق درست کرنے کے لیے لکھی ہے۔ اس مثنوی میں معاشرے میں بہتر زندگی گزارنے کے لیے اخلاقی عادتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ آغاز میں حمد، مناجات، منقبت خلفائے راشدین، مدح مولانہ شاہ غلام رسول، مدح مولانا ابوالحسن، مدح مولانا شاہ ظہور احمد، مدح مولانا حسین احمد، مدح سید عبداللطیف ملقب بہ دبیر الدولہ اور ان کے صاحب زادے سید میر علی کی مدح ہے۔ سبب تصنیف میں مصنف کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں رنگین کا مقابلہ کہاں کر سکتا ہوں۔ دوسری بات یہ کہ میں فارسی کا شاعر ہوں ہندی میں شعر کہنا میرے لیے مشکل کام ہے لیکن پھر اصرار پر انھوں نے یہ مثنوی لکھی۔ دراصل یہ مثنوی رسا نے اپنے بیٹے کے لیے لکھی اس کی تصدیق مثنوی میں شامل اشعار سے ہوتی ہے۔ میر احمد علی رسا کی یہ مثنوی ۲۰ ربیع الاول ۱۲۶۶ھ مطابق ۳ فروری ۱۸۵۰ء میں باہتمام محمد مصطفی خان مطبع مصطفائی کان پور سے شائع ہوئی۔

۲۸۔ نظم گرامی میر علی اوسط رشک کے دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۵۳ھ برآمد ہوتا ہے۔ یہ دیوان کے تکمیل کی تاریخ ہے۔ یہ دیوان رشک کے دیوان کے مجموعے نظم مبارک و نظم گرامی کے حاشیے پر درج ہے۔ نظم گرامی کے آغاز میں حمد، منقبت علیؑ اور پھر اس کے بعد ردیف وار اردو غزلیات ہیں۔ آخر میں رباعیاں ہیں۔

۲۹۔ مرزا خورشید عالم خورشید گورگانی خلف الرشید مرزا فخرو ولی عہد بہادر شاہ ثانی کا یہ تاریخی نام ہے۔ غدر کے وقت ان کی عمر ۱۲ سال تھی۔ تباہی قلعہ کے بعد ۲۵ سال رامپور اور دہلی رہے۔ نواب یوسف علی خان نے سو روپیہ ماہوار مقرر کر دیا تھا۔ ۱۸۹۰ء سے اپنے علاتی بھائی داغ دہلوی کے پاس حیدر آباد دکن رہے۔ وہاں سے بھی دو سو روپیہ ماہوار وظیفہ پاتے تھے۔ ۱۸۸۷ء کے جشن جوبلی میں جو چند پینشن مقرر ہوئی تھیں۔ ان میں یہ بھی شامل تھے۔ پچاس روپیہ ماہوار سرکار برطانیہ سے بھی مقرر رہا۔ شعر بھی کہتے تھے۔ ان کے اشعار کا انتخاب خم خانہ جاوید میں موجود ہے۔ (خم خانہ جاوید، ص جلد سوم، ص ۸۰)

۳۰۔ یہ منشی دیا کرشن ریحان لکھنوی کے دیوان کا تاریخی نام ہے یہ نام جواہر سنگھ جوہر نے رکھا۔ ریحان راجہ الفت رائے بہادر بخشی الممالک شاہ اودھ کے دیوان توشہ خانہ تھے۔ اول اول رام دیال سخن کے پھر لالہ موجی رام موجی کے شاگرد ہوئے۔ ان کی غزلیں شہر میں مشہور ہونے کی وجہ سے لکھنو کی کسبیاں بہت گاتی تھیں۔ دیبی پرشاد نے اپنے تذکرے میں ان کا انتخاب کلام دیا ہے۔ (آثار الشعرائے ہنود، ص ۶۸)

۳۱۔ حکایت سخن سنج، انبہ پرشاد لکھنوی کی داستان کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۶۲ھ برآمد ہوتے ہیں۔ حکایت سخن سنج، طوطی نامہ قادری کا ترجمہ ہے۔ یہ ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۵ھ میں دلی سے شائع ہوئی۔ (اردو کی نثری داستانیں، ص ۳۹۹)

۳۲۔ یہ شاہ رفیع الدین دہلوی کے فارسی رسال قیامت کا اردو ترجمہ ہے۔ جو صفر ۱۲۶۵ھ میں مطبع محمدی سے شائع ہوا۔ اس رسالے کا ترجمہ شیخ ابو محمد عیش بن نور الہدیٰ جاجموی شاگرد رشک نے کیا ہے۔ (جائزہ مخطوطات اردو، ص ۱۰۰۔۹۸)

۳۳۔ یہ سید اسمٰعیل حسین منیر کے دیوان اول کا تاریخی نام ہے۔ یہ نام نواب علی بہادر علی والی باندہ نے رکھا ہے۔ منتخب العالم سے ۱۲۶۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ دیوان کی تکمیل کی تاریخ ہے۔ اس کی شہادت رشک کے قطعہ تاریخ سے ملتی ہے۔ (کلیات منیر، ص ۳۲۷)

۳۴۔ معارج الفضائل، مظفر علی اسیر لکھنوی کی اردو مثنوی کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۶۶ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اس کا دوسرا نام معاد نامہ بھی ہے۔ اس میں ۶ ہزار کے قریب اشعار ہیں۔ یہ مثنوی کی تصنیف کا سال ہے۔ اس مثنوی میں ۶ ہزار کے قریب اشعار ہیں۔ مثنوی میں رسول اکرم ﷺ اور اماموں کے معجزات نظم ہوئے ہیں۔ یہ مثنوی ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں شائع ہوئی۔ (اردو مثنوی شمالی ہند میں، جلد دوم ص ۱۹۱، مثنوی نگاری، ص ۱۱۵) یہ مثنوی مطبع نول کشور سے لکھنؤ سے ۱۲۶۷ھ میں شائع ہوئی۔ اس نسخہ کے صفحات کی تعداد ۲۹۹ ہ اور آخر میں دو صفحات کا غلط نامہ بھی ہے۔ (اسیر اور ان کا عہد، ص ۳۲۵)

۳۵۔ یہ اردو زبان میں لکھا گیا فن عروض سے متعلق رسالہ ہے جسے واجد علی شاہ اختر نے ۱۲۶۸ھ میں مکمل کیا۔ اس کے علاوہ اس کے تاریخی نام 'تربیت نامہ سلطانی'، 'تسوبہ الاذہان'، 'تہذیب الاصل' اور 'حکم اختر' ہیں (واجد علی شاہ کی ادبی و ثقافتی خدمات، ص ۱۶۴)

۳۶۔ یہ سید اسمٰعیل حسین منیر کے دوسرے اردو دیوان کا تاریخی نام ہے۔ یہ دیوان ثمر ہند لکھنؤ سے شائع شدہ کلیات منیر کے حاشیہ میں موجود ہے۔

۳۷۔ یہ ہادی علی کی چہل حدیث مع شرح منظوم اردو کا تاریخی نام ہے۔ اس میں ہادی علی نے چالیس حدیثوں کو نظم کا جامہ پہنایا ہے شرح کرتے ہوئے ان احادیثوں کے حوالے سے مفید باتوں کو منظوم کیا ہے۔ آغاز میں حمد و نعت کے بعد سبب تالیف کے تحت تفصیل سے نظم، مصنف، وجہ تصنیف اور دیگر تفاصیل نظم کی ہیں۔ یہ منظومہ ۱۲۷۰ھ میں مطبع مجیدی کان پور سے شائع ہوا۔

۳۸۔ یہ مرزا قادر بخش صابر دہلوی کے تذکرے کا تاریخی نام ہے۔ اس تذکرے کی باقاعدہ داغ بیل یکم شعبان ۱۲۷۰ھ میں پڑی۔ اس میں صرف معاصر شعرا سے سروکار رکھا گیا ہے۔ گلستان سخن مرزا قادر بخش صابر کا تذکرہ ہے۔ اس تذکرے کا باقاعدہ آغاز یکم شعبان ۱۲۷۰ھ میں ہوا۔ اس تذکرے میں صرف معاصر شعرا سے سروکار رکھا گیا ہے۔ آغاز میں ایک طویل دیباچہ ہے جس میں زبان کا ارتقاء فصیح اور غیر فصیح الفاظ و کلمات کی کی بحث، علم عروض و قافیہ اور اقسام نظم کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ تذکرے کا آغاز ۱۲۷۰ھ میں ہوا جس کی تاریخ ''شروع کتاب گرامی'' ہے (گلستان سخن، جلد اول، ص ۲۸) تذکرہ کا ایک نام آثار المعاصرین بھی ہے جسے صابر نے کہا تھا لیکن صابر نے خود تذکرے کا نام نہیں رکھا بلکہ نظام الدین جوش کا تجویز کردہ نام گلستان سخن قبول کرتے ہوئے تذکرے کا نام رکھنا بہتر سمجھا۔ نساخ نے اس تذکرے کو امام بخش صہبائی کی تصنیف قرار دیا ہے۔ لالہ سری رام نے بھی نساخ کے قول کی پیروی کرتے ہوئے ایسا ہی کہا ہے لیکن قاضی عبدالودود کا خیال ہے کہ مقدمے کے مطالب علمی اور تذکرے کی عبارت صہبائی کی ہے اور شعرا کے حالات اور اشعار دونوں نے جمع کیے ہیں اس لیے اسے دونوں کی تصنیف کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس خیال سے متفق نہیں۔ ڈاکٹر وحید قریشی کا خیال ہے کہ گلستان سخن کا اصل متن صہبائی کی اصلاح سے تو مزین ہوگا لیکن تذکرے کو صابر کا اپنا تالیف کردہ کہنا چاہیے۔ گلستان سخن میں ۵۴۰ شعرا کے تراجم شامل ہیں جن میں ۴۸۲ مسلمان ۶۵ ہند اور دو عیسائی ہیں۔ دو خواتین عورتوں کے تراجم بھی شامل ہیں۔ تذکرے میں ۲۳ شعراء ایسے بھی ہیں جن کا صرف فارسی کلام درج کیا ہے۔ تذکرے میں ۳۷۵ شعرا صرف دہلی سے تعلق رکھتے ہیں لکھنو کے صرف ۱۶ شاعروں کے تراجم شامل کئے گئے ہیں اسی وجہ سے لالہ سری رام نے لکھا ہے کہ مصنف نے دہلی سے باہر قدم رکھنا عار سمجھا ہے۔ اس تذکرے میں دہلی کے جن اساتذہ کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا ان میں وہ بھی ہیں جو زمانہ تالیف سے بہت قبل وفات پا چکے تھے مثلاً نصیر، ممنون اور وہ بھی جو اس قدر کم عمر تھے کہ شاید صہبائی کے خاص حلقے سے باہر انہیں استاد نہ سمجھا جاتا ہو۔ مثلاً سوز۔ یہ تذکرہ پہلی بار ۱۲۷۱ھ کے اواخر میں مطبع مرتضوی بہ اہتمام محمد غیاث الدین شائع ہوا۔ اس تذکرہ کو خلیل الرحمن داؤدی نے جون ۱۹۶۶ء میں مرتب کر کے مجلس ترقی ادب لاہور سے شائع کروا دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: [(i) گلستان سخن، جلد اول، دوم، (ii) خم خانہ جاوید، جلد اول، ص ۱-۲، (iii) سخن شعرا، ص ۲۷۲، (iv) جہان غالب، مشمولہ: 'معاصر'، حصہ ۴، ص ۷، (v) تذکروں کا تذکرہ نمبر، ص ۲۵۱-۲۵۰]

۳۹۔ یہ مظفر علی اسیر کے پہلے اردو دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۷۱ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ دیوان کی ترتیب کا سال ہے۔اس دیوان میں ردیف وار اردو غزلیات درج ہیں۔ یہ دیوان ریاض مصنف کے ساتھ ایک ہی جلد میں نول کشور پریس لکھنؤ سے ۱۹۱۱ء میں شائع ہوا۔ اس کی اشاعت کی تاریخ درج ذیل مصرع سے برآمد ہوتی ہے۔''یہ دیوان ہیں منشی مظفر علی کے'' (اسیر اور ان کا عہد، ص ۳۲۲۔۳۲۳)

۴۰۔ مظفر علی اسیر کے دوسرے دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۷۱ھ برآمد ہوتا ہے۔ یہ دیوان کے ترتیب کا سال ہے۔ یہ ردیف وار دیوان ہے۔ یہ دیوان ایک اور دیوان کے ساتھ ۱۹۱۱ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔اس کی اشاعت کی تاریخ درج ذیل مادہء تاریخ سے برآمد ہوتی ہے۔''یہ دیوان ہیں منشی مظفر علی کے'' (اسیر اوران کا عہد ص ۳۲۳۔ ۳۲۲)

۴۱۔ بلبل نغمہ سنج، نواب کلب علی خان والیِ رامپور کی مختصر اردو داستان کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۷۲ھ برآمد ہوتے ہیں۔اس میں ایک شہزادے کا قصہ پیش ہوا ہے۔آغاز میں تمہید ہے جس میں قافیہ آرائی اور مرصع کاری کی شعوری کوشش کی گئی ہے لیکن قصہ میں یہ مرصع کاری نسبتاً کم ہے۔ یہ داستان اسی سال شائع ہوئی۔(اردو کی نثری داستانیں، ص ۴۹۸)

۴۲۔ ریاض المسلمین ترجمہ حق الیقین مظفر علی اسیر لکھنوی کی اردو مثنوی ہے جس میں شیعہ فرقہ کے معتقدات کو نظم کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ اس میں مظفر علی اسیر نے ملا محمد باقر مجلسی کی تصنیف کو اردو نظم کا جامہ پہنایا ہے۔ریاض المسلمین تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۷۲ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ مثنوی کا سال تصنیف ہے۔ ۲۱۴ صفحات پر مشتمل مثنوی میں ۲۱۲ صفحات میں اصل مثنوی اور بقیہ تین صفحات پر قطعات تاریخ اور سید افضل علی افضل کی ایک تقریظ ہے۔بقول ڈاکٹر گیان چند اس میں تقریباً ۹ ہزار اشعار ہیں۔ یہ مثنوی نول کشور پریس لکھنؤ سے اگست ۱۸۷۲ء مطابق جمادی الثانی ۱۲۸۹ھ میں شائع ہوئی۔ (دیکھیے: اسیر اور ان کا عہد، ص ۲۴۸، ۳۲۵، اردو مثنوی شمالی ہند میں، جلد دوم ص ۱۹۱)

۴۳۔ یہ واجد علی شاہ کی ضخیم اردو مثنوی کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۷۲ھ برآمد ہوتے ہیں۔

۴۴۔ یہ آغا حسن ازل شاگرد صبا لکھنوی کے دیوان کا تاریخی نام ہے۔اس کا دوسرا نام پرکالہء آتش بھی ہے۔ یہ دیوان مشرف پریس بہار سے ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۶۔۱۸۹۵ء میں شائع ہوا۔تذکرہ سراپا سخن، تالیف اواخر ۱۸۵۲ء مطابق ۱۲۶۹ھ سے پتا چلتا ہے کہ اواخر ۱۸۵۲ء سے قبل ہی ازل لکھنوی صاحبِ دیوان ہو چکے تھے مگر دیوان کی اشاعت ۱۳۱۳ھ تک برابر اس میں اضافے ہوتے رہے ہوں گے۔(ادبی مقالے، ص ۱۶۴)

۴۵۔ یہ خواجہ وزیر وزیرؔ کا اردو دیوان ہے جس کا تاریخی نام دفتر فصاحت ہے۔دفتر فصاحت سے ۱۲۶۳ف نکلتے ہیں جو ۱۲۷۲ھ کے مطابق ہے۔ جو دیوان کی اشاعت کی تاریخ ہے دیوان کی ترتیب خواجہ وزیر کی وفات کے بعد شروع ہوئی۔آغاز میں سید ہادی علی بےخود کا دیباچہ ہے۔جس میں وزیر کے حالات لکھے گئے ہیں اور بتایا ہے کہ مصنف نے ایک ضخیم کلیات جمع کیا تھا جو کوئی شخص مانگ کر لے گیا لیکن پھر واپس نہیں کیا۔سید محسن علی محسن نے کمر ہمت باندھ کر دو برس کی محنت سے یہ دیوان ۱۲۷۲ھ میں ترتیب دیا۔اس ترتیب کے تاریخی نام 'نقوش واضح'، 'معجزات رفعت'، 'ریاض کرم'، 'مقاصد منظوم'، اور 'مشام فیض' ہیں۔ان سب سے ۱۲۷۱ھ مستخرج ہوتے ہیں۔اس کے بعد نئے سرے سے صفحات کے نمبر لگائے گئے ہیں۔ص ۱ نہیں۔ص ۲ سے ص ۶ تک تاریخیں ہیں اس کے بعد دیوان شروع ہوتا ہے۔غزلیات ردیف وار درج ہوئی ہیں۔ص ۲۲۳ سے غزل نعت سرور کائنات ﷺ، متفرقات، ترجیع بند، خمسہ اور وزیر کی کہی ہوئی تاریخیں ہیں۔ص ۲۳۴ پر خاتمہ الطبع دیوان ہے۔ص ۲۳۶ سے ۲۵۰ تک دیوان کی اشاعت کی تاریخیں ہیں۔ص ۲۵۰ سے ۲۵۲ تک نثر خاتمہ مرزا رجب علی بیگ سرور ہے، دیوان کی ترتیب کو دیکھیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دیوان کی اشاعت کے اشاعت میں جلد بازی سے کام لیا گیا ہے۔خواجہ وزیر کا دیوان مطبع مصطفائی محمد خان سے ۱۲۷۲ھ میں شائع ہوا۔اشاعت کے تاریخی نام 'دفتر فصاحت'، 'سر غیب'، 'منظوم یادگار' اور 'یوسفستان ارادت' ہیں۔ان میں اول الذکر تاریخ سے ۱۲۶۳ف اور باقی تمام سے ۱۲۷۲ھ

برآمد ہوتے ہیں۔دیوان وزیر میں بعض تاریخیں ۱۲۷۳ھ کی بھی شامل ہیں جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ دیوان وزیر ۱۲۷۳ھ میں شائع ہوا ہوگا۔حالاں کہ ایسا نہیں۔دیوان وزیر ۲۹ ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ میں مطبع مصطفائی لکھنؤ سے شائع ہوا۔چوں کہ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ دیوان وزیر چھپنے میں ذرا دیر لگے گی اس لیے انھوں نے ۱۲۷۳ھ کی تاریخیں کہہ کر بھیج دیں۔جنھیں دیوان وزیر میں بقیہ قطعات کے ساتھ شامل کر لیا گیا اور اس غلطی کی تقریظ مرقومہ میں وضاحت کر دی گئی۔ دیکھیے: (دفتر فصاحت، ص ۲۳۵۔ ۲۳۳) یہ دیوان ۱۲۷۲ھ میں مطبع مصطفائی سے شائع ہوا۔

۴۶۔ یہ سید جمال الدین حیدر اشک عرف سید علی حسن ابن میر شمس الدین حیدر لکھنوی کے مطبوعہ دیوان کا تاریخی نام ہے۔یادگار ضیغم کی ترتیب کے وقت بائیس تیئیس سال سے دکن چلے گئے تھے۔مولوی شیخ محمد بخش شہید کے شاگرد تھے۔(یادگار ضیغم، ص۵۹)

۴۷۔آئین اختر شیخ غلام حیدر صغیر شاگرد، میر علی اوسط رشک کی مثنوی کا تاریخی نام ہے۔جس سے اس کے سال آغاز کا پتا چلتا ہے۔ یہ مثنوی ۱۲۷۶ھ میں مکمل ہوئی۔اس کا تاریخی نام ظفر نامہ رکھا گیا ہے۔ٹائٹل پیج پر آئین اختر معروف بہ ظفر نامہ تحریر ہے جس کے نیچے اس کے مطلوبہ سنین درج ہیں۔ یہ مثنوی تقریباً دس سال بعد دس رمضان المبارک ۹ نومبر ۱۸۷۲ء کو اودھ پریس لکھنو سے شائع ہوئی۔علی جواد زیدی نے مثنوی نگاری میں لکھا ہے کہ ڈاکٹر سید سلیمان حسین نے اپنے ایک مضمون مثنویات دبستان لکھنؤ پر ایک نظر میں مصنف کا نام راجہ رام پال لکھا ہے لیکن بوستان اودھ کی شہادت قریب العہد ہے۔ایسا تو نہیں ہے کہ بعد میں یہ مثنوی راجہ صاحب نے منیر سے قیمتاً خرید لی ہو۔ایسی مثالیں نایاب نہیں۔(مثنوی نگاری، ص ۲۴۸) علی جواد زیدی نے اصل مثنوی نہیں دیکھی اور صرف قیاس سے کام لیا ہے۔ڈاکٹر سید سلیمان حسین کو غلط فہمی آئین اختر کے آخر میں چھپی اس تحریر سے ہوئی جس میں شیخ غلام حیدر صغیر نے اپنی یہ مثنوی منشی چندن لال کو فروخت کرنے کا اقرار کیا ہے۔تحریر یہ ہے کہ ''ہمکہ فقیر حقیر مصنف مثنوی آئین اختر ظفر نامہ اوستاد راجہ رام پال سنگھ بہادر دام اقبالہ کا ہوں جو کہ من مقر نے تصنیف اس مثنوی۔۔۔العبد، مصنفہ آئین اختر ظفر نامہ فقیر صغیر اوستاد راجہ رام پال سنگھ بہادر۔ڈاکٹر سلیمان حسین کو اسی عبارت سے تسامح ہوا وہ سمجھے کہ یہ عبارت راجہ رام پال سنگھ کی ہے حالانکہ عبارت سے صاف عیاں ہے کہ یہ عبارت شیخ غلام حیدر صغیر کی ہے۔علی جواد زیدی نے مثنوی نگاری میں اس مثنوی کا سال آغاز ۱۲۷۳ھ لکھا ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں۔

۴۸۔ یہ دیوان شرم مصنفہ نواب شمس النسا بیگم شرم کا اردو دیوان ہے۔ یہ مختصر دیوان ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے جس میں ردیف وار غزلیں اور آخر میں لفٹننٹ طامسین کی مدح میں ایک قصیدہ شامل ہے۔دہ دیوان دوسری بار صفر ۱۳۰۸ھ مطابق ستمبر ۱۸۹۰ء میں مطبع نامی لکھنؤ سے شائع ہوا۔

۴۹۔ یہ میر وزیر علی صبا کا دیوان ہے جو پہلی بار مطبع محمدی لکھنؤ سے ۲۵ رجب ۱۲۷۲ھ مطابق ۲،اپریل ۱۸۵۶ء میں شائع ہوا۔دبستان آتش میں شاہ عبدالسلام نے تحریر کیا ہے کہ 'غنچہء آرزو' تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۷۳ھ برآمد ہوتا ہے۔کلیات پہلی مرتبہ کان پور میں طبع ہوا۔(ص ۱۸۲) یہ دونوں باتیں درست نہیں۔

۵۰۔ واجد علی شاہ نے سبت و ہفت افسر کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی۔مرزا غالب نے اس پر دیباچہ لکھا۔کلیات غالب میں ''دیباچہ نثر موسوم بہ سبت و ہفت اختر تصنیف حضرت فلک رفعت شاہ اودھ'' مثنوی منظوم ہے۔مرزا نے اس کے دو تاریخی نام تجویز کیے۔''نیّرِ اعظم'' اور ''ریاض ملک معنی'' (تحقیقی نوادر، ص ۴۳۶۔۴۳۷)

۵۱۔ خلاصۃ التقویٰ، مظفر علی اسیر کی اردو مثنوی کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۷۲ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ سنہ سال تصنیف کا پتا دیتا ہے۔ خلاصۃ التقویٰ میں مصنف نے 'خلاصۃ' کی ت کے چار سو کی بجائے اسے 'ۃ' تصور کرتے ہوئے پانچ عدد محسوب کیے ہیں۔اس مثنوی میں تقریباً ۳۳۰۰ سے زائد اشعار ہیں۔دیکھیے: (اردو مثنوی شمالی ہند میں، جلد دوم، ص ۱۹۱)

۵۲۔ میرزا عنایت علی بیگ متخلص بہ ماہ شاگرد آتش کا یہ واسوخت ہے۔ یہ تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۷۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔اسی سال مطبع مصدر النوادر آگرہ سے شائع ہوا۔ یہ واسوخت بیس صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ساٹھ بند ہیں۔(دبستان آتش، ص ۲۱۳)

۵۳۔ خزینتہ الشعرا سید ابوالقاسم بن سید موسیٰ کاظم بلگرامی کے تذکرہ کا تاریخی نام ہے جسے قدر بلگرامی کی فرمائش پر ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں مرتب کیا گیا۔ 'خزینۃ الشعرا' میں شاعر نے 'خزینۃ' کی 'ت' کو 'ۃ' متصور کرنے ہوئے ۴۰۰ عدد کی بجائے ۵ عدد ماخوذ کیے ہیں۔ سید ابوالقاسم بن سید موسیٰ کاظم بلگرامی نے ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء کے پرآشوب زمانے میں سید غلام حسنین قدر بلگرامی تلمیذ غالب کی فرمائش پر بمقام بلگرام ضلع ہردوئی اودھ میں اردو زبان میں مرتب کیا۔ ابوالقاسم بلگرام کے سادات میں سے تھے اور سرکار انگلشیہ میں کسی معزز عہدے پر فائز تھے۔ ابوالقاسم کے اس تذکرے کو بیاض یا انتخاب کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ اس میں نہ تو شعرا کے حالات ہیں اور نہ ان پر نقد وتبصرہ کیا گیا ہے البتہ پسندیدہ اشعار کا انتخاب مختلف عنوانات کے تحت درج کیا گیا ہے۔ خزینتہ الشعرا کا انتخاب اردو کے ایک مخصوص دور کے مذاق کا آئینہ دار ہے۔ اس میں زیادہ تر شعرا کے ایسے اشعار کا انتخاب پیش کیا گیا جن پر شاہ نصیر اور ناسخ کا اثر ہے۔ مولانا شاہ عالم مارہروی نے اس کی تکمیل کی تاریخ ''باغ زبان اردو'' سے نکالی ہے۔ دیکھیے: (اردو کا ایک نایاب تذکرہ، 'خزینۃ الشعرا'، از ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی)

۵۴۔ ابیات نعت محسن کاکوروی کا نعتیہ قصیدہ ہے جس میں اشعار کی کل تعداد ۱۰۱ ہے۔ اس قصیدے کا پہلا اور آخری شعر درج ذیل ہے۔

مٹانا لوح دل سے نقش ناموس اب وجد کا　　دبستان محبت میں سبق تھا مجکو ابجد کا

الٰہی پھیل جائے روشنائی میرے نامہ کی　　بڑھا معلوم ہو احد میں میم احمد کا

ابیات نعت تاریخی نام ہے جس سے زبر و بینہ میں ۱۲۷۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔ 'ابیات نعت' کے تاریخی نام سے اس طرح تاریخ برآمد ہوگی۔

الف با یا الف تا نون عین

۱۱۱ت ۱۱۳ ۱۱۱ ۴۰۱ ۱۰۶ ۴۰۱ ۱۳۰ ۱۲۷۴=۴۰۱ھ

ڈاکٹر علی جواد زیدی نے اپنی گراں بہا تصنیف میں ابیات نعت کے نام کو تاریخی ماننے سے انکار کیا ہے۔ دراصل ان کی معلومات کا دارومدار ڈاکٹر ابومحمد سحر کا مقالہ ''اردو میں قصیدہ نگاری'' ہے جس میں اس نام کو تاریخی لکھا گیا ہے لیکن یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ تاریخ زبر و بینہ سے برآمد ہوتی ہے۔ اس لیے ڈاکٹر علی جواد زیدی صاحب کو تسامح ہوا اور اپنے اس تسامح کو انھوں نے ڈاکٹر ابومحمد سحر کے تسامح پر محمول کیا۔ یہ نعتیہ قصیدہ کلیات نعت مرتبہ نورالحسن میں شامل ہے۔ یہ مثنوی ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ میں مطبع سلطانی کلکتہ سے شائع ہوئی۔ اس کا قلمی نسخہ رضا لائبریری رامپور میں موجود ہے۔ یہ اردو میں مذہبی مسائل پر طویل مثنوی ہے۔

۵۵۔ محسن کاکوروی نے ۱۰۱ اشعار پر مشتمل ایک نعتیہ قصیدہ لکھا تھا جس کا تاریخی نام ابیات نعت ۱۲۷۴ھ رکھا گیا۔ اس کا پہلا شعر درج ذیل ہے:

مٹانا لوح دل سے نقش ناموس اب وجد کا　　دبستان محبت میں سبق تھا مجکو ابجد کا

محسن کاکوروی کے اس نعتیہ قصیدے کو امیر مینائی نے تضمین کیا تھا۔ اس تضمین کا پہلا بند درج ذیل ہے:

میں بسم اللہ آزادی ہوں سر پر تاج ہے مد کا　　الف آوارگی کا راست نقشہ ہے مرے قد کا

تجرد تختۂ اول ہے میری مشق بے حد کا　　مٹانا لوح دل سے نقش ناموس اب وجد کا

دبستان محبت میں سبق تھا مجکو ابجد کا (ابیات نعت، ص ۴۸)

نورالحسن نیر لکھتے ہیں۔ ''غدر کے بعد والد مرحوم اور حضرت امیر مینائی کا قیام چندروز کاکوروی میں رہا۔ اسی زمانے میں یہ تضمین جس کا تاریخی نام 'مخمس نعتیہ' ۱۲۷۵ھ ہے، لکھی گئی تھی۔'' (ابیات نعت، ص ۴۸) یہ 'نعتیہ مخمس'، 'کلیات نعت مولوی محمد محسن' میں قصیدہ نعتیہ ابیات نعت کے حاشیے میں درج ہے۔ امیر مینائی نے اس نعتیہ خمسہ کی تاریخ درج ذیل درود شریف سے سنہ ہجری وسنہ فصلی میں نکالی ہے۔ ''اللّٰھم صل علی محمد عبدک ورسولک النبی الامی وآلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ دائماً ابداً'' (۱۲۷۵ھ) ''اللّٰھم صل علی محمد عبدک ورسولک النبی الامی وآلہٖ وازواجہ اجمعین'' (۱۲۶۶ف) (ص ۱۷)

۵۶۔ یہ محسن کاکوروی کے مسدس کا تاریخی نام ہے جو کسی عزیز دوست کی طرف سے واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی مدح میں لکھا تھا۔ یہ مسدس

دربارِ شاہی میں تخلص تبدیل کر کے معتد دبار پڑھا گیا۔اس مسدس میں کل بارہ بند ہیں۔

۵۷۔ عبدالغفور خان نساخ نے اردو زبان کے عہد بہ عہد ارتقا کو مختصر انداز میں اس رسالے میں بیان کیا ہے۔اس رسالے میں زبان اردو کیا ہے؟ اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟نظم اردو کو ریختہ کیوں کہتے ہیں؟ ہند میں کب سے زبان مروجہ ہوئی ؟اور کس طرح اس میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں رونما ہوئیں؟ کس عہد میں زبان کا کیا طرز تھا؟ وغیرہ پر نہایت اختصار سے روشنی ڈالی ہے۔اس رسالے کا پورا نام رسالہ در تحقیق زبان اردوئے معلی ہے اور تاریخی نام 'زبان ریختہ' ہے۔جس سے ۱۲۷۵ھ سال تکمیل برآمد ہوتے ہیں۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں مطبع منشی نول کشور لکھنو سے شائع ہوا۔اس کا دوسرا ایڈیشن صفر ۱۳۰۸ھ مطابق اکتوبر ۱۸۹۰ء میں اسی مطبع سے شائع ہوا۔

۵۸۔ یہ واجد علی شاہ اختر کی اردو مثنوی کا تاریخی نام ہے جو انھوں نے قیام کلکتہ کے دوران نظر بندی کے عالم میں تصنیف کی۔مثنوی میں شامل اشعار سے بھی مترشح ہوتا ہے کہ واجد علی شاہ کو قید میں بہت تکلیفیں پہنچی تھیں۔ یہ نظم اسی کا منظوم بیان ہے۔ یہ مثنوی ۱۲۷۶ھ میں مطبع سلطانی کلکتہ سے شائع ہوئی۔تفصیل کے لیے دیکھیے:(واجد علی شاہ:ایک تاریخی مرقع،ص ۱۸۱۔۱۸۲)

۵۹۔ یہ سید فخر الدین حسین سخن دہلوی کی داستان کا تاریخی نام ہے۔ جو پہلی مرتبہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ سے ۱۲۸۱ھ میں شائع ہوا۔یہ سید محمد فخر الدین حسین سخن دہلوی کی داستان ہے جو انھوں نے رجب علی بیگ سرور کی داستان فسانہ عجائب میں کیے گئے دعوے کے جواب میں لکھی ہے۔اگر چہ انھوں نے دیباچے میں اقرار کیا ہے کہ انھوں نے فسانہء عجائب کا جواب نہیں لکھا لیکن در حقیقت ایسا ہی ہے۔باغ و بہار میں میر امن دہلوی نے دہلویوں کی زبان دانی پر ناز کیا ہے۔ ۱۸۲۴ء میں سرور نے فسانۂ عجائب میں ان کے اس دعوے کا جواب دیا ہے۔سروش سخن میں سخن نے میر امن کی حمایت کی اور سرور کو خوب جلی کٹی سنائیں۔ ۱۸۷۲ء میں محمود جعفر علی شیون کاکوروی نے طلسم حیرت لکھ کر سرور کی حمایت کی اور سخن دہلوی پر تابہ مقدور کیچڑ اچھالی۔میر امن کی ایک معمولی سی بات بڑھتے بڑھتے ایک اچھا خاصا معارضہ بن گئی۔سروش سخن پہلی مرتبہ مطبع نول کشور لکھنؤ سے ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۴ء میں مصنف کی حیات ہی میں شائع ہوئی۔یہ قصہ خلیل الرحمٰن داؤدی نے مرتب کر کے مجلس ترقی ادب لاہور سے ۱۹۶۳ء میں شائع کروا دیا ہے۔

۶۰۔ دفتر بے مثال عبدالغفور خان نساخ کے پہلے اردو دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۷۶ھ سال ترتیب دیوان برآمد ہوتا ہے۔ یہ دیوان ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ء میں مطبع مظہر العجائب کلکتہ سے شائع ہوا۔دفتر بے مثال عبدالغفور خان نساخ کا پہلا اُردو دیوان ہے۔دفتر بے مثال تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۷۶ھ سال ترتیب برآمد ہوتا ہے۔ دیوان کے آغاز میں ۱۰ صفحات کا مقدمہ ہے مقدمے کے بعد غزلیات اور آخر میں قطعات تاریخ ہیں۔ یہ دیوان ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ء میں مطبع مظہر العجائب کلکتہ سے شائع ہوا۔ نساخ نے اس دیوان کی اشاعت کی تاریخ ''اب سخن نغز ہوا'' ۱۸۶۳ء اور ''چھاپا ہے دیوان بے نظیر'' ۱۲۷۰ھ فصلی (گنج تواریخ، ص ۴۵) سے بھی حاصل کی ہے۔نساخ نے اس دیوان کا ایک ایڈیشن غالب کو بھی بھیجا تھا۔غالب نے جوابی خط میں دفتر بے مثال کی بے حد تعریف کی۔نساخ نے غالب کے اس خط کو سند گردانتے ہوئے اسے دفتر بے مثال کے دوسرے ایڈیشن میں بطور مقدمہ شامل کیا اور مطبع منشی نول کشور لکھنو سے رمضان ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں شائع کروایا۔اس ایڈیشن میں نساخ نے تقریباً ۱۵۰۰ اشعار خارج کر دیئے اور بہت سے اشعار میں ترمیم بھی کی۔

۶۱۔ یہ واجد علی شاہ کا اردو کلیات ہے جس کی تصنیف ۱۲۷۶-۷۹ھ تک عمل میں آئی۔ مطبع سلطانی سے ۱۲۸۱ھ میں شائع ہوا۔اس میں ۱۲۵ غزلیں ہیں۔ص ۳۷۴ تک دیوان اور آخر میں ایک مفرد شعر کے بعد چار سطروں میں خاتمے کی مختصر سی عبارت ہے۔آخری تین صفحے سولہ قطعات تاریخ کے لیے وقف ہیں۔قمر مضمون کو تین دفتروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے دفتر میں ''قطعہ مثنوی نما'' کے علاوہ قریب تیس کے چھوٹی بڑی مثنویاں ہیں۔پہلی مثنوی حمد، دوسری نعت اور تیسری منقبت میں ہے۔منظوم خطوں کے علاوہ اسی دفتر میں چند منظوم دعوت نامے بھی ہیں جو بادشاہ نے دوسروں کی طرف سے منظوم کیے تھے۔ دفتر دوم رباعیاں، مرثیے، سلام اور نوحے جمع کئے گئے ہیں۔ دفتر سوم میں صرف غزلیں ہیں۔ چند غزلیں فارسی کی ہیں۔جن میں بیگمات کے نام کو ردیف قرار دیا ہے۔چند کسی خاص واقعے سے متاثر ہو

کر کہی گئی ہیں۔ دیوان میں دو ہزار ایک سو سولہ شعر ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (۱) واجد علی شاہ، ص ۱۷۲ (۲) واجد علی شاہ کی ادبی و ثقافتی خدمات، ص ۲۶۸۔۲۷۲)

۶۲۔ یہ واجد علی شاہ اختر کا اردو کلیات ہے۔ اس کے پہلے باب میں آٹھ فصلیں ہیں۔ ہر فصل میں کم سے کم ایک اور زیادہ سے زیادہ اکیس مثنویاں ہیں۔ یہ مثنویاں دراصل منظوم خط ہیں۔ جو بادشاہ نے اپنی بیگمات کو بھیجے تھے۔ یا بیگمات کے خطوں کو بادشاہ نے تفریح طبع کے لیے منظم کیا تھا۔ دوسرے باب میں متفرق کلام یکجا کیا گیا ہے جس میں تضمین، قصیدہ، سلام اور نوحے ہیں۔ تیسرے باب میں ارشاد خاقانی کو نظم کرنا شروع کیا تھا۔ لیکن ''فصل در بیان زحافات'' میں زحاف کی تعریف اور اکتیس زحافات کے نام گنانے کے بعد اضمار اور عصب کی تشریح کی تھی کہ اس فصل کو ناقص چھوڑ دیا۔ شیوع فیض کے دوسرے حصے میں صرف دیوان ہے جس میں چار ہزار باسٹھ اشعار پر مشتمل دو سو اٹھاسی غزلیں ہیں جو بادشاہ نے بیگمات کو خطوں میں لکھی تھیں۔ اکثر غزلوں میں بیگمات کے نام کو ردیف قرار دیا ہے۔

۶۳۔ یہ شیخ ریاض الدین امجد کے اردو سفرنامے کا تاریخی نام ہے۔ جو مطبع حیدری آگرہ سے ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸۶۰ء میں شائع ہوا۔ ریاض الدین امجد سندیلہ کے رہنے والے تھے اور متھرا میں مقیم تھے۔ انھوں نے یہ سفرنامہ دلی کے دس روزہ قیام کے بعد تحریر کیا۔ آغاز میں تمہید ہے پھر دلی کے سفر کا حال تحریر کیا ہے۔ ڈاکٹر مختارالدین آرزو نے تحریر کیا ہے کہ ریاض نے یہ سفر ۱۸۵۷ء کے تین چار سال بعد ۱۸۶۱ء میں کیا۔ دلی کے دس روزہ قیام کے دوران اجڑی ہوئی دلی کو جس طرح دیکھا اور جن شخصیات سے ملاقاتیں کیں ان کا بیان اس سفرنامہ میں کیا ہے (صبح نو، ص؟؟؟) لیکن آغا حسین کی تقریظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر پندرہ روز پر مشتمل تھا (دیکھیے: سرور ریاض، ص ۶۲) اور ۱۸۵۷ء کے تین سال بعد یہ سفر کیا گیا کیوں کہ اس سفرنامے کا سال اشاعت ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸۶۰ء ہے۔ (دیکھیے: ایضاً) ڈاکٹر مختارالدین آرزو نے اس سفرنامے کو رسالہ صبح نو میں شائع کروا دیا ہے لیکن آخر میں موجود تقریظ اور تاریخوں کو اس میں شامل نہیں کیا۔ راقم السطور کا خیال ہے کہ ان کے پیش نظر سرور ریاض کا جو نسخہ رہا ہوگا وہ ناقص الآخر ہوگا اس لیے انھوں نے یہ چند صفحات سرور ریاض میں شامل نہیں کیے۔ ریاض کے اس سفرنامے کی ایک خوبی یہ ہے کہ انھوں نے جہاں اور لوگوں سے اپنی ملاقاتوں کا تذکرہ کیا ہے وہاں مرزا غالب سے دو جگہ اپنی ملاقاتوں کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ ایک جگہ غالب کا سرسری ذکر ملتا ہے۔ سرور ریاض کا مادہ تاریخ 'سر شیر شاہجہان آباد اب صاحب یہہ ہے'' ہے۔ کتابت کرتے ہوئے کاتب نے مادہ تاریخ کے اول لفظ 'سر' کو غلطی سے 'سیر' لکھ دیا۔ لیکن اشاعت کے بعد اس غلطی کو محسوس کرتے ہوئے سفیدہ پھیر کر مٹانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے باوجود یہ غلط لفظ صاف پڑھا جاتا ہے۔ مذکورہ تاریخ میں 'یہہ' کے ۲۰ عدد شمار کیے گئے ہیں اور یہہ میں دو 'ہ' شمار کیے گئے ہیں

۶۴۔ یہ پنڈت کنہیالال عاشق کی تصنیف ہے۔ انھوں نے یہ تاریخ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی جنھیں وہ بغاوت سمجھتے تھے، (جیسا کہ نام سے بھی ظاہر ہے) کے متعلق لکھی ہے۔ کتاب کے سرورق پر مندرج ''تاریخ بغاوت ہند جس کا ترجمہ چند کتب معتبر تواریخ انگریزی سے پنڈت کنہیالال صاحب سابق مترجم چیف کمشنری اور حال مہاراجہ راج گڑھ امیٹھی کے منصرم، ریاست نے زبان میں اردو کی فرما کر 'محاربہ عظیم' تاریخی نام رکھا حقیقت میں اسم بامسمیٰ ہے کہ بڑا معرکہ تھا اور واقعات صحیحہ و سوانح معتبرہ ابتدائے ۱۸۵۷ء سے اختتام ۱۸۵۸ء تک حتی الوسع معتبر تواریخ کے مقابلے سے لکھی'' سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشق کی یہ تاریخ انگریزی کتب کے تراجم پر مشتمل ہے جس میں ان کا نقطہ نظر انگریزی کتب سے ماخوذ ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۲۷۸ھ میں مطبع منشی نول کشور سے شائع ہوئی۔ دیکھیے: (تاریخ بغاوت ہند، از پنڈت کنہیالال، ص سرورق)

۶۵۔ غالب کے دوران حیات ۱۲۷۷ھ میں غالب کے اصل وطن آگرہ میں ایک مشاعرہ منعقد ہوا تھا۔ اس مشاعرے کی روداد اور اس میں پڑھی جانے والی غزلوں کی تفصیلات اس گلدستے میں محفوظ ہیں۔ یہ گلدستہ بابو بینی پرشاد وکیل صدر دیوانی آگرہ کی فرمائش پر ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸۶۱ء میں مطبع حیدری آگرہ سے باہتمام مرزا علی حسین طبع ہوا تھا۔ اس گلدستہ کے کل صفحات ۸۰ ہیں۔ آغاز میں صفحہ ۱ پر سرورق اور دو تا چار پر تمہید یا دیباچہ ہے۔ اس کے بعد ص ۸۰ تک شعرا کی غزلیں اور حالات تحریر ہیں۔ یہ گلدستہ جس مشاعرے کی

روداد بیان کرتا ہے وہ آگرہ کی صدر نظامت کے وکیل بابو بینی پرشاد کے دولت خانے پر ۱۲۷۷ھ میں منعقدہ ہوا تھا۔ یہ ایک طرحی مشاعرہ تھا جو مولوی غلام امام شہید کی اکبرآباد آمد کے موقع پر ان کے اعزاز میں ہوا تھا۔ طرح مصرع ''مجھ کو طوفان کی خبر دیدۂ تر دیتے ہیں'' یا ''آج طوفان خبر دیدۂ تر دیتے ہیں''۔ اس گلدستہ کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں عہد غالب کے متعدد ایسے شعرا کا نام اور کلام دستیاب ہوتا ہے جن کے بارے میں معاصر تحریریں خاموش ہیں۔ (ادبی مقالے، ص ۲۴۸۔ ۲۹۳)

۶۶۔ منشی نول کشور کی فرمائش پر الف لیلہ کو اردو مثنوی کا جامہ پہنایا گیا۔ 'الف لیلۂ نومنظوم' تاریخ نام ہے جس سے ۱۲۷۸ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اس کی تکمیل ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں ہوئی اور اشاعت ۱۲۸۵ھ میں ہوئی۔ اس میں ۱۲۳۴ صفحات ہیں جس میں شروع کے آٹھ صفحات نثری تمہید کے ہیں۔ اس میں تقریباً ۵۴ ہزار اشعار ہیں۔ یہ اردو کی سب سے بڑی مثنوی ہے۔ اس کے چار حصے ہیں ہر حصے میں ڈھائی راتوں کا بیان ہے۔ اس کی پہلی جلد مرزا نسیم دہلوی نے لکھی۔ ابھی ایک جلد ہی تمام ہوئی تھی کہ منشی نول کشور کی طرف سے جلدی کا تقاضا ہوا جس پر بیزار ہو کر اس شعر پر ختم کر دیا۔

لکھا یاں تک نسیم دہلوی نے لکھا آگے سے طوطا رام جی نے

اس کی جلد دوم اور سوم طوطا رام شایاں نے لکھی۔ ان کی پانچ سو راتوں میں نصف قصہ منظوم ہوا ہے۔ اس کی چوتھی جلد شادی لال چمن شاگرد مرزا نسیم نے لکھی۔ (اردو مثنوی شمالی ہند میں، جلد دوم، ص ۲۸۱)

۶۷۔ غالب کے خطوط سب سے پہلے چودھری عبدالغفور سرور نے مہر غالب کے نام سے مرتب کیے تھے۔ مہر غالب تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۷۸ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ شائع ہونے سے قبل اس میں اضافہ بھی ہوا۔ ممتاز علی خان نے بے صبر کی مدد سے دیگر خطوط اور مضامینِ غالب کو ملا کر ۱۲۸۴ھ میں شائع کیا جس کا نام عود ہندی رکھا یہ مجموعہ غالب کی زندگی ہی میں ان کی وفات سے چند ماہ پیشتر اشاعت پذیر ہوا۔ (غلطی ہائے مضامین، از عطا کاکوی ص ۷) مہر غالب کے اعداد ۱۲۷۸ھ ہوتے ہیں جو ۱۸۶۲ء۔۱۸۶۱ء کے مطابق ہے لیکن اس مجموعے کی طباعت ۲۳ اکتوبر ۱۸۶۸ء مطابق ۱۰ رجب ۱۲۸۵ھ کو تمام ہوئی۔ آخر ۱۸۶۲ء میں مہر غالب کے نام سے اکتیس خط یک جا کیے گئے جو بعد میں عود ہندی کے نام سے شائع ہوئے۔ عبدالغفور سرور نے اپنے اور صاحب عالم وشاہ عالم صاحبان کے نام آئے ہوئے خطوط جمع کر کے، ممتاز علی خان کو بھیج دیئے یہ خطوط کا پلندہ نہ تھا بلکہ مستقل تالیف تھی جس پر مقدمہ بھی تھا اور قطعۂ تاریخ بھی۔ ۶۲۔۱۸۶۱ء میں یہ تالیف ممتاز علی خان کے پاس پہنچی کچھ اور خطوط جمع ہوئے۔ پھر دونوں مجموعے منشی غلام غوث خان بے صبر کو بھیج دیئے گئے۔ مرزا کی تحریک پر یہ کتاب کی تالیف واشاعت میں مرزا نے غیر معمولی دلچسپی نہیں لی۔

۶۸۔ یہ منشی سید فضل حسین لکھنوی ابن سید مہدی حسین کا تاریخی نام ہے۔ آپ کو ولادت ۱۵ رجب ۱۲۷۸ھ بروز جمہ ہوئی۔ اردو، فارسی، عربی، انگریزی اور ناگری کی زبانوں سے واقفیت رکھتے ہیں۔ غزل میں مرزا محمد جعفر اوج لکھنوی سے تلمذ رکھتے تھے۔ آپ کا سفر نامہ ریاض فکر بھی شائع ہوا۔ خم خانۂ جاوید، جلد دوم کی تالیف کے وقت ان کی عمر ۶۰ سال تھی۔ اور حیات تھے (خم خانہ جاوید، جلد دوم ص ۱۶۴۔ ۱۶۳)

۶۹۔ یہ سید محمد نظیر حسن شائق پانی پتی ثم عظیم آبادی کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۷۸ھ برآمد ہوتے ہیں جو سال پیدائش کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ شاد کے شاگرد اور رشتہ دار تھے۔ اور مذہباً حنفی تھے۔ (تحقیق، ۱۴۔ ۱۳، ص ۴۹۴)

۷۰۔ یہ سید آغا حسن لکھنوی امانت کے اردو دیوان کا تاریخی نام ہے۔ اس کا اصل نام دیوان امانت اور تاریخی نام 'خزائن الفصاحت' ہے جس سے ۱۲۷۸ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ دیوان کی ترتیب کا سال ہے۔ دیوان کی ترتیب امانت کے فرزند سید آغا حسن لطافت نے ان کی وفات ۱۲۷۵ھ کے بعد دی۔ دیوان کی ترتیب سے متعلق لطافت لکھتے ہیں کہ امانت کے انتقال کے بعد ان کے دوست اور تلامذہ نے لطافت سے دیوان کو مرتب کرنے کا مشورہ دیا۔ امانت اپنا دیوان خود مرتب نہیں کیا تھا۔ لطافت نے ۳ برس میں لوگوں سے کلام اکٹھا کر کے ۱۲۷۸ھ میں مرتب کیا اور اس کا نام خزائن الفصاحت رکھا۔ دیوان کے آغاز میں ردیف وار غزلیات حاشیے اور حوض دونوں

مقامات پر درج ہیں۔اس کے بعد صبا، میر قلق، ناسخ، آتش، رشک وغیرہ کی غزلیات پر خمسے، ترجیع بند، مسدس، رباعیات اور تاریخیں درج ہیں۔ یہ دیوان ۱۰ جمادی الاول ۱۳۰۷ھ مطابق جنوری ۱۸۹۰ء میں قومی پریس لکھنو سے باہتمام محمد نثار حسین مالک و مہتمم پیام یار لکھنو سے شائع ہوا۔

۷۱۔ شبستان سرور، 'الف لیله' کا ترجمہ ہے۔سرور کا بیان ہے کہ انھوں نے یہ ترجمہ براہِ راست عربی سے کیا ہے لیکن انھوں نے اپنے مآخذ کا حوالہ نہیں دیا۔ڈاکٹر گیان چند جین نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے اردو کی نثری داستانیں میں تحریر کیا ہے کہ خفیف سے اختلاف کے سوا شبستان سرور میں وہی حکایات ہیں جو عبدالکریم کی الف لیله میں ہیں۔حنیف نقوی بھی اسی خیال کی تائید کرتے ہیں۔عبدالکریم کے ترجمہ الف لیله کی طرح سرور کا یہ ترجمہ بھی چار حصوں پر مشتمل ہے اور یہ چاروں حصے ایک ہی مجلد کی صورت میں اپنی تکمیل کے چوبیس برس بعد ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۸۶ء میں پہلی اور آخری بار مطبع نجم العلوم کارنامہ واقعہ لکھنو سے چھپ کر شائع ہوئے۔حنیف نقوی کے خیال میں سرور کا یہ ترجمہ عبدالکریم کے ترجمے کا چربہ ہے۔سرور نے اس ترجمے کا کام بقول خود لکھنو میں انگریزی علم داری کے قیام (۷ فروری ۱۸۵۶ء/ ۲۹ جمادی الاول ۱۲۷۲ھ) کے بعد شروع کیا۔جس کی تکمیل ۱۲۷۹ھ/ ۱۸۶۳ء میں بنارس میں ہوئی اور مسودے پر نظر ثانی کر کے ۲۱ رجب ۱۲۸۰ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۶۴ء کو انھوں نے ایک ہبہ نامے کے ذریعے اس کا حق تالیف اپنے دوست مولوی محمد یعقوب انصاری کے نام منتقل کر دیا۔ جسے انھوں نے اپنے مطبع نجم العلوم کارنامہ لکھنؤ سے شائع کروایا۔تفصیل کے لیے دیکھیے: (شبستان سرور کا مآخذ، از حنیف نقوی، ص۱۱۵-۱۲۸)

۷۲۔ یہ امان علی سحر کے دیوان کا تاریخی نام ہے۔ یہ دیوان مطبع کارنامہ لکھنؤ سے باہتمام محمد یعقوب ۱۲۹۱ھ میں شائع ہوا۔ اس میں ص۱۲۱ تک ردیف وار غزلیات درج ہیں۔ص۱۲۱ پر ایک غزل مقرر لکھی گئی ہے۔یہی غزل ص۱۰۷ پر مکمل اور ص۱۲۱-۱۲۰ پر دو شعر ہیں۔غزلیات کے علاوہ رباعیات، مخمسات، واسوخت، قصائد، شہر آشوب، مناجات، رقعہ برائے طلب تنخواہ اور ایک مثنوی شامل ہے۔ آخر میں شاد کی کہی ہوئی فارسی تاریخ بھی شامل ہے۔دیوان کے کل صفحات ۱۹۶ ہیں۔

۷۳۔ یہ تصنیف منشی نول کشور نے کرنل سانڈرس الکس ایبٹ صاحب بہادر کمشنر لکھنو کے عازم ولایت ہونے کے وقت لکھنو کے بادشاہوں لکھنو کی عمارات، تعمیرات وغیرہ کے مختصر حالات لکھ کر، ایبٹ صاحب کے حضور پیش کی تھی۔ (تواریخ نادر العصر، ص ۱۷۴)

۷۴۔ یہ نواب ضیاء الدین احمد خاں نیر ورخشاں کے پوتے اور نواب شہاب الدین احمد خان ثاقب کے فرزند مرزا سراج الدین احمد خان سائل دہلوی کا تاریخی نام ہے۔ان کی ولادت ۲۰ شوال ۱۲۸۰ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۸۶۴ء میں ہوئی۔

۷۵۔ ڈپٹی کلب حسین خان نادر کا یہ رسالہ قواعد صرف اردو سے متعلق ہے۔اس رسالے میں مصنف نے واجب الترک اور مستحسن الترک محاورات، تذکیرو تانیث کے مسائل اور ان کے قواعد، اختلاف روزمرہ، علم صرف، مصطلحات و مرکبات علم عروض و قوافی وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔نادر، ناسخ کے شاگرد تھے۔نادر نے ناسخ کی اصلاح زبان کی تحریک سے متاثر ہو کر ہی یہ رسالہ ترتیب دیا ہے۔ نادر نے یہ رسالہ اپنے قیام غازی پور (۳۵-۱۸۳۴ء) کے دوران لکھنا شروع کر دیا تھا۔اس رسالہ کی تکمیل ۱۲۸۰ھ میں فتح گڈھ میں ہوئی۔(تلخیص معلی، مرتبہ انصار اللہ، ص۹-۴۰)اس کی تاریخ طبع ۱۲۸۰ھ ہے۔(تلخیص معلی، ص۱۲۶)۱۲۸۰ھ کے بعد یہ چھپا یا نہیں اس بارے میں یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔ڈاکٹر انصار اللہ نے اسے مرتب کر کے مفید حواشی کے ساتھ بالاقساط اردو ادب، علی گڈھ کے ۱۹۶۷ء کے شمارہ نمبر ۱، ۲ میں شائع کر دیا تھا۔بعد میں انجمن ترقی اردو کراچی نے ۱۹۷۵ء میں اسے شائع کیا۔

۷۶۔ شاہد عشرت عبدالغفور خان نساخ کے سراپا کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۸۰ھ برآمد ہوتے ہیں۔ ۱۲۸۰ھ سال تکمیل ہے۔ یہ سراپا شعبان ۱۲۹۱ھ مطابق اکتوبر ۱۸۷۴ء میں مطبع منشی نول کشور سے شائع ہوا۔

۷۷۔ یہ سید آل محمد کے اس دیوان کا نام ہے جس میں انھوں نے تاریخیں اور شاعری کی دوسری اصناف جسے انھوں نے ''رطب و یابس اور ہزلیات'' سے موسوم کیا ہے کو شامل کیا تھا۔(دیوان تواریخ، ص ۴۲)

۷۸۔سخن شعرا عبدالغفور نساخ کا تحریر کردہ تذکرہ ہے۔''سخن شعرا'' تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۸۱ھ برآمد ہوتے ہیں۔نساخ نے دیباچے میں تحریر کیا ہے کہ یہ بارہ برس کی مدت میں مکمل ہوا۔اس کا مطلب ہے کہ سخن شعرا کا آغاز ۱۲۶۹ھ اور تکملہ ۱۲۸۱ھ میں ہوا۔ اس کی تصدیق سخن شعرا کے آخر میں حاجی ناظم عبداللہ آشفتہ، منور حسین فیض اور سعید بخت سعید کے قطعات تاریخ سے ہوتی ہے۔جن سے ۱۲۸۱ھ سال تکمیل برآمد ہوتے ہیں۔(سخن شعرا،ص ۵۸۲)یہ تذکرہ اردو میں ہے اور اس میں قدما سے لے کر معاصرین تک دو ہزار چارسو پچاسی شاعروں کا ذکر آیا ہے۔ان میں انتالیس شاعرات بھی شامل ہیں۔اردو یا فارسی زبان میں جتنے تذکرے ۱۸۸۰ء تک لکھے گئے ہیں۔سخن شعرا ان میں سب سے ضخیم ہے۔تذکرے کے شروع میں مختصر دیباچہ ہے۔اس میں سبب تالیف سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تذکرہ نگاری کا شوق قدیم تذکروں کے مطالعے سے پیدا ہوا۔نساخ نی سخن شعرا میں سوانح کے مقابلے میں اشعار کو زیادہ اہمیت دی ہے۔چناں چہ اس تذکرے میں چند شعرا کو چھوڑ کر اکثر کے حالات زندگی بہت مختصر ہیں۔اس تذکرے کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ صوبہ بنگال کے دور دراز علاقوں کے بہت سے شعرا کے حالات و اشعار اس میں محفوظ ہو گئے ہیں۔اس کی پہلی اشاعت رمضان ۱۲۹۱ھ مطابق اکتوبر ۱۸۷۴ء میں مطبع منشی نول کشور لکھنو سے ہوئی۔

۷۹۔ مرغوب دل عبدالغفور خان نساخ کی فارسی رباعیوں کا مجموعہ ہے۔''مرغوب دل'' تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۸۲ھ برآمد ہوتے ہیں۔یہ سال ترتیب کا سال ہے۔اس کی تصدیق انسخ کے قطعہ تاریخ سے بھی ہوتی ہے۔(نساخ حیات و تصانیف، ص ۲۰۵)مرغوب دل، ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔جس میں ۱۹ صفحات تک مختلف صنائع میں ردیف وار ۱۱۲ رباعیاں پھر اسی صفحے سے تقریظ اور قطعات تاریخ ہیں۔یہ مجموعہ پہلی بار کلکتہ میں شائع ہوا۔اس کا دوسرا ایڈیشن رمضان ۱۲۹۰۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں مطبع نول کشور لکھنو سے شائع ہوا۔(نساخ حیات و تصانیف،ص ۲۰۵-۲۰۷)

۸۰۔ سبد چین (۱۸۶۷ء) کے دیباچے میں غالب نے اس ارادے کا اظہار کیا تھا کہ اگر اس کے بعد کوئی کلام ہوا بھی تو وہ اسے قلم بند نہیں کریں گے۔اس کے باوجود اپنے ایک شاگرد منشی ہیرا سنگھ کھتری کی فرمائش پر انھوں نے سبد چین کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کی اجازت دے دی۔یہ ایڈیشن شائع نہ ہوسکا۔خوش قسمتی سے یہ نسخہ سید وزیر الحسن عابدی کو میسر آ گیا۔انھوں نے اورینٹل کالج میگزین لاہور شمارہ اگست ۱۹۶۰ء اور اگست ۱۹۶۱ء میں شائع کروا دیا۔یہ نسخہ جولائی ۱۹۶۸ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے شائع ہوگیا۔اس میں نظم و نثر دونوں شامل ہیں اس لیے غالب نے اس کا نام باغ دو در رکھا۔سبد باغ دو در سے ۱۲۸۳ھ برآمد ہوتے ہیں جو اس کی ترتیب کا ہجری سال ہے۔باغ دو در کے پہلے حصے میں قطعات ترکیب بند، ترجیع بند، مثنویات، قصائد، غزلیات، فردیات، رباعیات، مخمس اور دوسرے حصے میں ''مشورات'' مختلف اصحاب کے نام غالب کے ساتھ خطوط کے علاوہ سات وہ نثری تحریریں ہیں جو انھوں نے مختلف کتب پر بطور تقریظ لکھیں۔وزیر الحسن عابدی نے اسے ہندی تحسین سے مرتب کر دیا ہے۔دیکھیے (باغ دو در از غالب، مرتبہ سید وزیر الحسن عابدی)

۸۱۔ لالہ سری رام نے سید باقر حسن عرف اچھے صاحب لکھنوی خلف میر سید حسن لطافت کا یہ تاریخی نام تحریر کیا ہے اور سنہ پیدائش ۱۸ رجب ۱۲۸۳ھ بمقام لکھنو بتایا ہے۔مذکورہ نام سے (۹۰۵+۱۲۸) ۱۰۳۳ھ برآمد ہوتے ہیں۔شہرت کا تاریخی نام سید باقر شہرت ہونا چاہیے جس سے (۷۴+ ۳۰۳+ ۹۰۵)۱۲۸۲ھ برآمد ہوتے ہیں لیکن اس میں بھی ایک سال کی کمی رہ جاتی ہے۔کسی دوسرے ذرائع سے اس غلطی کی درستی نہیں ہوسکی۔بچپن سے شعر و سخن کا شوق تھا۔کچھ عرصے والد صاحب سے اصلاح لی۔ان کے انتقال کے بعد اپنے چچا سید عباس حسن فصاحت سے اصلاح لیتے رہے۔شہرت شاہزادہ مرزا اسلیمان قدر کی سرکار میں ملازم رہے۔پھر راجہ نوشاد علی خان تعلقہ دار ضلع بارہ بنکی سے مصاحبت رہی۔سید علی حامد حامد رئیس جون پور کے ساتھ کچھ عرصہ گذارا۔مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔(خم خانہ جاوید، جلد پنجم،ص ۲۰۰-۲۰۱)

۸۲۔ یہ میرزا کلب حسین خان نادر کا ہم عصر شعرا و اساتذہ کی غزلیات پر نادر کے لکھے ہوئے مخمسات کا مجموعہ ہے اس میں نادر نے تقریباً پانچ

سوشاعروں کی غزلوں کو مخمس کیا اور ان سب شاعروں کے حالات بھی مختصراً لکھ دیے۔ اس کی سال ترتیب ۱۲۸۳ھ ہے۔ یہ پہلی بار منشی رام سروپ کے مطبع دل کشا فتح گڑھ سے ۱۲۸۴ھ میں شائع ہوا تھا۔ اسی مجموعے کو سامنے رکھ کر مسعود حسن رضوی ادیب نے تذکرہ نادر ترتیب دیا۔ اور اسے مکتبہ دین دیال روڈ لکھنؤ سے ۱۹۵۷ء میں شائع کروا دیا۔ (تذکرہ شوکت نادری، ص۱۶؛ غالبیات کچھ مطالعے اور مشاہدے، ص ۱۸۰)

۸۳۔ جادۂ تسخیر نواب حیدر علی خان رئیس رامپور کی اردو داستان ہے۔ یہ داستان مقفی اور مسجع ہے۔ 'جادۂ تسخیر' تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۸۳ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ داستان کے آغاز کا سنہ ہے۔ یہ داستان ۱۲۸۴ھ میں مکمل ہو کر ۱۲۸۹ھ میں منشی نول کشور سے شائع ہوئی۔ جادۂ تسخیر کے آخر میں بعض تاریخیں ۱۲۸۸ھ کی بھی ہیں جن پر سال طبع کا لکھا ہوا ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ دراصل بہت سے شعرا اشاعت سے قبل تاریخ کہہ کر بھیج دیتے تھے۔ اکثر اوقات کتاب چھپنے میں دیر لگ جاتی تھی جس کی وجہ سے تاریخ میں ایک سال یا زیادہ سالوں کا فرق پڑ جاتا تھا۔ مذکورہ تاریخ اور دیگر اس سنہ کی تاریخیں اسی وجہ سے ۱۲۸۸ھ پیش کرتی ہیں۔ جادئہ تسخیر کا خاتمۃ الطبع منشی انوار حسین تسلیم سہوانی نے تحریر کیا ہے اس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ خاتمۃ الطبع میں تحریر ہے کہ مئی ۱۸۷۲ء مطابق ربیع الاول ۱۲۸۹ھ میں جادئہ تسخیر منشی نول کشور سے شائع ہوئی۔ (ص ۳۶۴) جادئہ تسخیر کا دوسرا ایڈیشن ستمبر ۱۸۹۵ء مطابق ۱۳۱۳ھ میں منشی نول کشور لکھنو سے شائع ہوا۔

۸۴۔ ابوالقاسم محمد شمس خلف الرشید عبدالغفور خان نساخ کا تاریخی نام ہے۔ جس سے ۱۲۸۴ھ سال پیدائش متخرج ہوتا ہے۔ بچپن سے شعر گوئی کا شوق تھا۔ پہلے ناسخ اور پھر ذوق سے مشورہ سخن لیا۔ اپنے شباب کے زمانہ میں دہلی میں بھی آئے اور عرصے تک مقیم رہے۔ داغ، مجروح اور رشکی کے مشاعروں میں شریک ہو کر غزلیں بھی پڑھیں۔ مظہر الحق کا ذکر غالب کے خطوط میں ملتا ہے انھوں نے ایک مبسوط ریویو ۱۸۹۸ء میں میر حسن کی سحر البیان اور نسیم کی گلزار نسیم پر لکھا۔ ۱۹۰۵ء میں جب چکبست لکھنوی اور شرر کے درمیان مثنوی گلزار نسیم پر بحث چھڑ گئی اور یہاں تک پہنچی کہ گویا جنگ کی صورت اختیار کر گئی۔ تو منشی سعید اللہ خان ایڈیٹر تہذیب رام پور نے مظہر کے مضمون کو جنوری ۱۹۰۵ء میں قول فیصل کے طور پر شائع کیا تھا۔ (نوادر غالب، ص۶۹) ۱۹۰۵ء میں وفات پائی۔ عبدالحکیم نشتر نے یہ تاریخ کہی "شمس نامی تھے فخر بنگالہ" ۱۹۰۵ء (خم خانہ جاوید، جلد پنجم، ص ۳۲)

۸۵۔ یہ حاجی محمد اسحاق خلف ظہور علی دہلوی کا تاریخی نام ہے۔ اس سے ۱۲۸۴ھ سال پیدائش برآمد ہوتے ہیں۔ مظہر الحق کا ذکر غالب کے خطوط میں ملتا ہے۔ انھوں نے ۱۸۹۸ء میں ایک مبسوط ریویو میر حسن کی سحر البیان اور نسیم کی گلزار نسیم پر لکھا۔ ۱۹۰۵ء میں جب چکبست لکھنوی اور شرر کے درمیان مثنوی گلزار نسیم پر بحث چھڑ گئی اور یہاں تک پہنچی کہ گویا جنگ کی صورت اختیار کر گئی تو منشی سعید اللہ خان ایڈیٹر تہذیب رام پور نے مظہر الحق کے مضمون کو جنوری ۱۹۰۵ء قول فیصل کے طور پر شائع کیا تھا۔ دیکھیے: (نوادر غالب، ص۶۹)

۸۶۔ یہ امیر مینائی کا اردو واسوخت ہے۔ اس میں ۸۹ بند ہیں۔ یہ واسوخت امیر مینائی کے مجموعہ واسوخت میں شامل ہے۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں تحریر کیا ہے کہ یہ واسوخت پہلی مرتبہ ۱۲۸۵ھ میں مطبع منشی نول کشور لکھنے سے چھپنے والے واسوختوں کے مجموعے شعلہ جوالہ میں شائع ہوا۔ ان کا یہ بیان اس لیے درست نہیں ہوسکتا کہ اس سے بھی پہلے ۱۲۸۴ھ میں امیر مینائی کے چھے واسوختوں کا ایک مجموعہ شائع ہو چکا تھا۔ اس میں یہ واسوخت شامل تھا۔ نصیر الدین ہاشمی نے امیر مینائی کے واسوختوں کے ایک قلمی مجموعہ کی نشان دہی کی ہے جو اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد آندھرا پردیش میں موجود ہے یہ واسوخت اس مجموعے میں شامل ہے۔

۸۷۔ یہ امیر مینائی کے اردو واسوخت کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۸۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اس واسوخت میں ۱۶۳ بند ہیں۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے مطالعہ امیر میں تحریر کیا ہے کہ یہ واسوخت پہلی مرتبہ ۱۲۸۵ھ میں مطبع منشی نول کشور لکھنو سے شائع ہونے والے واسوختوں کے مجموعے 'شعلہ جوالہ' میں شائع ہوا (ص ۲۶۰) ان کا یہ بیان اس لیے درست نہیں ہوسکتا کہ اس سے بھی پہلے ۱۲۸۴ھ میں امیر مینائی کے چھے واسوختوں کا ایک مجموعہ مرتب ہو کر شائع ہو چکا تھا اس میں یہ واسوخت شامل ہے (دیکھیے: واسوخت

اردو، ص ۲۷) ڈاکٹر ابو محمد سحر نے نشان دہی کی ہے کہ اس واسوخت کا ایک قلمی نسخہ رضا لائبریری رامپور میں موجود ہے اس کی ابتداء میں بطور عنوان کے عبارت ملتی ہے۔''واسوخت طبع زاد میاں امیر احمد صاحب مفتی عدالت دیوانی'' اور خاتمہ پر یہ تحریر ہے۔''راقم آثم بلند خان مورخہ ۲۲ شعبان ۱۲۸۱ھ'' (مطالعہ امیر، ص ۲۶۲-۲۶۳) جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واسوخت ۱۲۸۱ھ میں کہا جا چکا تھا۔ لیکن اس کا تاریخی نام ۱۲۸۴ھ میں جب واسوخت کا مجموعہ شائع کیا گیا، اس وقت رکھا گیا۔ نصیر الدین ہاشمی نے امیر مینائی کے واسوختوں کے ایک قلمی مسودے کی نشان دہی کی ہے جو اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد آندھرا پردیش میں موجود ہے۔ اس مسودے میں یہ واسوخت موجود ہے۔ (کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات، جلد اول، ص ۵۸) لیکن ہاشمی صاحب نے اس واسوخت کا نام صغیر آتش لکھا ہے جو کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتا کیونکہ اس سے ۲۲۰۴ عدد برآمد ہوتے ہیں۔ ہاشمی صاحب نے اس واسوخت کے تاریخی نام ہونے کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔ گمان غالب ہے کہ نام کی غلطی دراصل کتابت کی غلطی ہو گی۔

۸۸۔ یہ امیر مینائی کے اردو واسوخت کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۸۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ مجموعہ واسوخت کا دوسرا واسوخت ہے اس واسوخت میں ۱۲۹ بند ہیں۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے مطالعہ امیر میں تحریر کیا ہے کہ یہ واسوخت پہلی مرتبہ ۱۲۸۵ھ میں مطبع منشی نول کشور لکھنؤ سے چھپنے والے واسوختوں کے مجموعے شعلہ جوالہ میں شائع ہوا (ص ۲۶۰) ان کا یہ بیان اس لیے درست نہیں ہو سکتا کہ اس سے بھی پہلے ۱۲۸۴ھ میں امیر مینائی کے چھے واسوختوں کا ایک مجموعہ مرتبہ ہو کر شائع ہو چکا تھا اس میں یہ واسوخت شامل تھا۔ نصیر الدین ہاشمی نے امیر مینائی کے واسوختوں کے ایک قلمی مجموعے کی نشان دہی کی ہے جو اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد آندھرا پردیش میں موجود ہے یہ واسوخت اس مجموعے میں بھی شامل ہے۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر نے نشان دہی کی ہے کہ رضا لائبریری رامپور میں اس واسوخت کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔ کاتب کا نام بلند خان اور تاریخ کتابت ۱۲۸۲ھ درج ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر مینائی نے یہ واسوخت ۱۲۸۲ھ یا اس قبل کہہ چکے تھے اور اس کا تاریخی نام ۱۲۸۴ھ میں رکھا۔

۸۹۔ یہ امیر مینائی کے اردو واسوخت کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۸۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اس واسوخت میں ۵۵ بند ہیں۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں تحریر کیا ہے کہ یہ واسوخت پہلی مرتبہ ۱۲۸۵ھ میں مطبع منشی نول کشور لکھنو سے چھپنے والے واسوختوں کے مجموعے شعلہ جوالہ میں شائع ہوا۔ ان کا یہ بیان درست نہیں۔ پہلی مرتبہ ۱۲۸۴ھ میں یہ واسوخت امیر مینائی کے واسوختوں کے مجموعے واسوخت اردو مکتوبہ ۱۲۸۴ھ میں شائع ہوا (واسوخت اردو، ص ۱۴۴) نصیر الدین ہاشمی نے امیر مینائی کے واسوختوں کے ایک قلمی مجموعے کی نشان دہی کی ہے جو اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد آندھرا پردیش میں موجود ہے۔ یہ واسوخت اس مجموعے میں شامل ہے۔ ہاشمی صاحب نے اس واسوخت کا نام حد غبار تحریر کیا ہے جو کتابت کی غلطی لگتا ہے۔ کیوں کہ اس نام سے ۱۲۱۵ھ حاصل ہوتے ہیں کسی طرح بھی درست نہیں۔ ہاشمی صاحب نے اس واسوخت کے تاریخی نام کی طرف بھی اشارہ نہیں کیا دیکھیے: (کتب خانہ آصفیہ کے اردو کے مخطوطات، جلد اول، ص ۵۸) کریم الدین احمد نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے امیر مینائی اور ان کے تلامذہ میں اس واسوخت کا نام 'حد اغیار' لکھا ہے۔ (ص ۲۷۵) یہ بھی کتابت کی غلطی لگتی ہے۔ کیوں کہ اس کے آگے سنہ ۱۲۸۴ھ تحریر ہے۔

۹۰۔ یہ امیر مینائی کے اردو واسوخت کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۸۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اس واسوخت میں ۳۵ بند ہیں یہ مجموعہ واسوخت کا چھٹا واسوخت ہے۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے ''مطالعہ امیر'' میں تحریر کیا ہے کہ یہ واسوخت پہلی مرتبہ ۱۲۸۵ھ میں مطبع منشی نول کشور لکھنو سے چھپنے والے واسوختوں کے مجموعے 'شعلہ جوالہ' میں شائع ہوا۔ (ص ۲۶۰) ان کا یہ بیان اس لئے درست نہیں ہو سکتا کہ اس سے بھی پہلے ۱۲۸۴ھ میں امیر مینائی کے چھ واسوختوں کا ایک مجموعہ مرتب ہو کر شائع ہو چکا تھا اس میں یہ واسوخت شامل تھا۔ (واسوخت اردو، ص ۱۳۱) نصیر الدین ہاشمی نے امیر مینائی کے واسوختوں کے ایک قلمی مسودے کی نشان دہی کی ہے جو اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد آندھرا پردیش میں موجود ہے۔ یہ واسوخت اس مجموعے میں موجود ہے دیکھیے: (کتب خانہ آصفیہ کے اردو

مخطوطات، جلد اول، ص ۵۸) نصیرالدین ہاشمی نے واسوخت کے تاریخی نام طرف اشارہ نہیں کیا۔

۹۱۔ یہ امیر مینائی کے اردو واسوخت کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۸۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اس واسوخت میں ۶ ۳ بند ہیں۔ ڈاکٹر ابو سحر نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے مطالعہ امیر میں تحریر کیا ہے کہ یہ واسوخت پہلی مرتبہ ۱۲۸۵ھ میں مطبع منشی نول کشور لکھنو سے چھپنے والے واسوختوں کے مجموعے شعلہ جوالہ میں شائع ہوا (ص ۲۶۰)۔ ان کا یہ بیان اس لئے درست نہیں ہوسکتا کہ اس سے بھی پہلے ۱۲۸۴ھ میں امیر مینائی کے چھے واسوختوں کا ایک مجموعہ مرتب ہوکر شائع ہو چکا تھا۔ اس میں یہ واسوخت شامل ہے۔ نصیرالدین ہاشمی نے امیر مینائی کے واسوختوں کے ایک قلمی مجموعے کی نشان دہی کی ہے جو اسٹیٹ لائبریری حیدر آباد آندھرا پردیش میں موجود ہے۔ یہ واسوخت اس مجموعے میں بھی شامل ہے۔ ہاشمی صاحب نے اس واسوخت کے تاریخی نام کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ (کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات، جلد اول، ص ۵۸)

۹۲۔ یہ نواب بادشاہ محل عالم کا ۱۱۵ صفحات پر مشتمل اردو دیوان ہے جو مطبع نامی لکھنؤ سے ستمبر ۱۸۹۹ء مطابق جمادی الاول ۱۳۱۷ھ کو چوتھی بار شائع ہوا۔ یہ پہلی بار ۱۲۸۴ھ کو شائع ہوا جس کی تصدیق دیوان میں موجود تاریخ سے ہوتی ہے۔ (بیاض عشاق، ص ۱۱۵) اس دیوان میں ردیف وار غزلوں کے علاوہ خمسے اور رباعیاں بھی شامل ہیں۔

۹۳۔ یہ محمد اصغر علی خان نسیم دہلوی کے دیوان کا تاریخی نام ہے۔ جس سے ۱۲۸۴ھ سال ترتیب برآمد ہوتا ہے۔ جو ۱۲۸۵ھ میں مطبع مصطفائی محمد خان سے نسیم دہلوی کے انتقال کے تین سال بعد شائع ہوا۔ امیر اللہ تسلیم نے یہ دیوان مرتب کیا اور نواب محمد تقی خان بہادر شاگرد نسیم کی کوششوں سے ان کا کلام جمع ہوکر ان کے ذاتی مصارف سے شائع ہوا۔

۹۴۔ یہ مہاراجہ دگبجے سنگھ والیِ بلرام پور کے دیوان کا تاریخی نام ہے۔ جو ۱۲۸۵ھ ۱۸۶۸ء کے مطابق ہے۔ اسی سال دیوان کی ترتیب مکمل ہوئی اور اسی سال اس کی اشاعت ہوئی۔ یہ نام آقا حسین نامی نے دیوان کی ترتیب ۱۲۷۶ھ کے لیے تجویز کیا۔ یہ مہاراجہ سر دگبجے سنگھ بہادر راجہ، کے سی ایس آئی آنریری اسسٹنٹ مجسٹریٹ ورئیس بلرام پور و تلسی پور کے کلیات کی اشاعت کی تاریخ ہے۔ اس کلیات کی اصلاح سے ترتیب تک کا سارا کام سید آقا حسین نامی میرن رضوی لکھنوی نے مہاراجہ کی خواہش کے مطابق کیا۔ اسی دیوان کی ترتیب میں نامیؔ نے کئی سال صرف کیے۔ نامی نے اس دیوان کا تاریخی نام مخزن فصاحت ۱۲۷۶ف بھی رکھا ہے۔ یہ کلیات کی اختتام وطباعت کا سال ہے۔ نامی نے اس کلیات کے آغاز ترتیب کا تاریخی نام مخزن فصاحت، ۱۲۹۶ھ رکھا تھا۔ یہ کلیات ۲۵ / دسمبر ۱۸۶۸ء مطابق ۱۰/ رمضان ۱۲۸۵ھ موافق ۲۶ ماہ پوس ۱۲۷۶ فصلی بروز جمعہ باہتمام پنڈت سوکل کیلاس ناتھ مطبع جنگ بہادری شہر بلرام پور میں شائع ہوا۔ اس کلیات کے سرورق پر مخزن فصاحت ۱۲۷۶ھ درج ہے جو کہ ۱۲۷۶ف ہونا چاہیے کہ ۱۲۷۶ھ، ص ۱۰ کے بعد سرورق فارسی دیوان کا تاریخی نام ہے۔ آغاز میں نامی کا دیباچہ ہے جس میں مختصر حالات اور مہاراجہ تک رسائی اور ملازمت کا حال کلیات کے حوالے سے موجود ہے۔ اس کے بعد حروف تہجی کے حساب سے ردیف وار اُردو غزلیں ہیں اور ہر غزل سے پہلے اس غزل کی بحر کا نام تحریر ہے اردو غزلوں کے بعد فارسی غزلیات ہیں اور آخر میں مولوی شیخ احمد حسین کا خاتمہ اور مختلف شعراء کی طباعت کی تاریخیں درج ہیں۔ کل صفحات ۲۷۰

۹۵۔ یہ ایک ضخیم مثنوی ہے جسے سید اسمٰعیل حسین منیر نے ۱۲۸۶ھ میں مکمل کیا۔ (معراج المضامین، ص ۲۹۰) اس مثنوی میں ۱۱۷۵۲، اشعار ہیں۔ اس مثنوی میں معجزات نبی، علی، فاطمہ، حسن حسین، عباس اور بارہ اماموں کے معجزے شامل ہیں۔ منیر کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ تعداد ابیات گیارہ ہزار سات سو باون ہیں۔ یہ مثنوی سات ماہ میں مکمل ہوئی۔ مثنوی کے خاتمے کے حاشیے پر مرقوم ہے۔ ۱۲۸۶ھ سنہ تصنیف اس مثنوی کی ہے لیکن اس کے انطباع تک بہت سے اشعار مزید ہوگئے تو وہ بھی اس سے شامل کر دیئے گئے۔ ۱۲۹۱ھ کے اواخر تک یہ کام کیا۔ حاشیے پر اس عبارت کی تاریخ ۱۵ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ مرقوم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی ۱۲۹۴ھ کے قریب چھپی ہوگی۔

۹۶۔ یہ مرزا کلب حسین خان نادر کے دیوان غزلیات کا تاریخی نام ہے جو ۱۲۸۸ھ، ۱۸۷۲ء میں مطبع دل کشا فتح گڑھ سے شائع ہوا تھا۔ (تذکرہ شوکت نادری، ص ۱۵)

۹۷۔ یہ شیخ محمد عظمت نامی کاکوری کی تالیف ہے جس کا پورا نام 'تواریخ ملک اودھ مسمی بہ مرقع خسروی' ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ یہ سلطنت اودھ کی تاریخ ہے۔ جس میں شاہان اودھ کے حالات تفصیل سے رقم ہوئے ہیں۔ یہ تاریخ انتزاع سلطنت کے تیرہ سال بعد ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں مکمل ہوئی۔ تاریخ اودھ پر جتنی تاریخیں لکھی گئی ہیں ان میں یہ بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس تاریخ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کا مولف ہم عصر ہے۔ نامی خود شاعر بھی تھا۔ اس کا دیوان ۳۰۵ صفحات پر مشتمل تھا جو اب نایاب ہے۔ 'مرقع خسروی' انشا پردازی کے حوالے سے بھی ایک اہم تاریخ ہے۔ اس کا واحد قلمی نسخہ لکھنو یونیورسٹی کی ٹیگور لائبریری میں محفوظ ہے۔ اسے ۱۹۸۶ء میں ڈاکٹر ذکی کاکوروی نے مرتب کر کے نظامی پریس لکھنو سے شائع کروادیا ہے۔

۹۸۔ یہ حاتم علی بیگ مہر کے پوتے مرزا قاسم حسین اختر کی ولادت کی تقریبوں پر مشتمل مختصر کتاب ہے۔ (ہماری زبان، ۱۵ جولائی ۱۹۸۱ء ص ۲)

۹۹۔ کارنامۂ عشرت منشی امیر احمد امیر مینائی کی اردو مثنوی کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۸۷ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اس مثنوی میں نواب کلب علی خان کے بڑے لڑکے سید ذوالفقار علی خان کی شادی کا بیان ہے۔ مثنوی میں ۷۶۴ اشعار ہیں۔ اس کا واحد مخطوطہ صولت لائبریری رام پور میں موجود ہے۔ اسی کو بنیاد بنا کر ڈاکٹر گیان چند جین نے رسالہ اردو بابت اپریل ۱۹۵۶ء میں اسے شائع کروادیا۔

۱۰۰۔ یہ مرزا اختر یار خان شباب خلف مرزا برکت علی خان گلشن آبادی کا تاریخی نام ہے۔ لڑکپن ہی سے شعر گوئی کا شوق تھا۔ ۹۶-۱۸۹۵ء میں اختر تخلص کیا اور مرزا محمد شرف یار خان شرف کے تلمذ میں داخل ہو گئے۔ کچھ دنوں بعد شباب تخلص اختیار کیا۔ ۱۸۹۸ء میں داغ کے حلقہ تلمذ میں داخل ہوے۔ قصائد میں مرزا عبدالغنی ارشد سے اصلاح لیتے تھے۔ شباب عرصے تک ریاست جاورہ میں مختلف شعبوں میں ملازم رہے، نواب محمد اسمٰعیل خان والی جاورہ ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ مرثیہ خوانی کا شوق رکھتے تھے۔ ایک ڈراما بھی تصنیف کیا تھا۔ ٹھمری اور فارسی غزل بھی کہہ لیتے تھے۔ آپ کے قصائد، تحفۂ احباب، نور سحر اور ثواب حج کے نام سے شائع ہوئے۔ خم خانہ جاوید، جلد چہارم کی تصنیف ۱۹۲۶ء سے قبل انتقال ہو چکا تھا۔ (خم خانہ جاوید، جلد چہارم، ص ۴۶۵-۴۶۷)

۱۰۱۔ یہ امیر احمد امیر مینائی کا نعتیہ دیوان ہے جو پہلی بار ۱۲۸۷ھ میں نول کشور پریس لکھنو سے شائع ہوا۔ بعد ازاں ۱۳۰۶ھ میں مصنف نے اس میں کچھ اور کلام کا اضافہ کر کے مطبع مفید عام آگرہ سے شائع کروادیا۔ مصنف نے اس میں میلاد شریف نثر کو جس کا تاریخی نام خیابان آفرینش ہے، بھی ساتھ شامل کیا۔ امیر مینائی کا یہ دیوان جب تیسری بار شائع ہوا۔ تو لطیف احمد اختر مینائی نے اس میں وہ جدید نظمیں جو اس وقت تک شائع نہیں ہوئی تھیں، ان کو بھی شامل کر کے چھپوا دیا۔ محامد خاتم النبیین کے آغاز میں دیباچہ، حمد، نعت، مدح ولی نعمت نواب کلب علی خان بہادر اور پھر سبب تالیف ہے۔ سبب تالیف میں درج اشعار سے مصنف کے ذاتی حالات پر سے بھی پردہ اٹھتا ہے۔ سبب تالیف کے بعد قصیدہ در نعت، منقبت، بیان شہادت امام حسین، اور اس کے بعد ص ۸۸ تک ردیف وار نعتیہ غزلیں درج ہیں۔ اس کے علاوہ رباعیات، ترجیع بند، مخمس وغیرہ بھی شامل ہیں۔ صفحات کی کل تعداد ۱۱۶ ہے۔

۱۰۲۔ واجد علی شاہ کا یہ اردو کلیات جس کی تصنیف ۸۷-۱۲۷۹ھ میں ہوئی۔ نظم نامور تین دفتروں میں منقسم ہے۔ پہلے دفتر میں چھوٹی بڑی چوبیس مثنویاں منظوم خط اور رقعات ہیں۔ دوسرے دفتر میں مخمس، رباعیاں، سلام اور نوحے ہیں۔ تیسرے دفتر میں ایک سو اڑتیس غزلیں اور چار متفرق شعر ہیں۔ دیوان میں اشعار کی مجموعی تعداد ایک ہزار چار سو تینتیس ہے۔ آخر میں ۱۲ شاعروں کے متعدد قطعات تاریخ ہیں۔ نظم نامور ۱۲۸۷ھ میں مطبع سلطانی کلکتہ سے شائع ہوئی۔ دیکھیے: (واجد علی شاہ کی ادبی و ثقافتی خدمات، ص ۲۸۲)

۱۰۳۔ مرزا حاتم علی بیگ مہر کے اسی دیوان کے تین اور تاریخی نام ''خیالات مہر''، ''مہ مغرب'' اور ''نظم مہر بہن'' ہیں جن سے ۱۲۸۷ھ ہی برآمد ہوتا ہے۔ یہ مہر نے خود نکالے ہیں۔ (الماس درخشاں، ص ۵۰۳) مہر کا دیوان مطبع الٰہی آگرہ سے ۲۸ نومبر ۱۸۹۵ء کو نبیرہ مہر کی کوششوں سے شائع ہوا۔ (ایضاً ص ۵۰۹)

۱۰۴۔ یہ سید آل محمد کا تواریخ پر مشتمل دیوان ہے۔ جو مطبع نورالانوار آرہ سے شائع ہوا۔ اس دیوان کی ترتیب سید آل محمد نے اپنے استاد صاحب عالم کے کہنے پر کی۔

۱۰۵۔ سید فرزند احمد صفیر بلگرامی نے عروض فارسی، عربی اور اردو میں ۳۶ جزو کا ایک رسالہ تحریر کیا تھا۔ اس رسالے کا یہ تاریخی نام ہے جس سے سال ترتیب ۱۲۸۸ھ برآمد ہوتے ہیں۔ (جلوہ خضر، جلد دوم، ص ۲۳۰)

۱۰۶۔ خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم المخاطب بہ گلدستہ نادر الاذکار المعروف بہ تذکرۂ شعرائے دکن، درگا پرشاد نادر کا تذکرہ ہے۔ اس تذکرے کے تاریخی نام 'مرغوب دلہا' ۱۲۸۸ھ اور 'اقوال مختلف' بھی درج ہیں۔ تذکرے کا آغاز مقدمے سے ہوتا ہے۔ جو سات کلیدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں اقسام کلام، شعر کی تعریف، ابتدائے شعر، اقسام شعر، اقسام کلام بہ اعتبار معنی، علم عروض وقوافی و بیان ومعانی و بدیع وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مقدمہ میں سبب تالیف پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ نادر نے یہ تذکرہ مسٹر ہملٹن سابق کمشنر ضلع دہلی کے دہلی سوسائٹی کے جلسے میں کی گئی تقریر سے متاثر ہو کر لکھا۔ مقدمے کے بعد ۲۵۶ اردو گو شعرا کے مختصر حالات وکلام کا انتخاب ہے۔ مؤلف نے مقدمے میں صراحت کر دی ہے کہ یہ تذکرہ شعرائے دکن کے حالات وکلام پر مشتمل ہے اور فائق کے تذکرے مخزن شعرا کو سامنے رکھ کر لکھا گیا ہے مزید یہ کہ اس تذکرے میں مذکورہ تذکرہ میں رہ جانے والی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آخر میں مختلف افراد کی تقریظیں، تذکرے کی اشاعت کی تاریخیں اور مؤلف کے خودنوشتہ حالات ہیں۔ تذکرے کا آغاز ۱۸۷۰ء میں ہوا اور پانچ سال کی محنت کے بعد ۱۸۷۵ء میں اس کی تکمیل ہوئی۔ تکمیل کی تاریخ 'ریاض الفیض' ۱۹۳۲ سمت مطابق ۱۸۷۵ء سے برآمد کی گئی ہے جو ان کے دوست بنارسی داس غمگین نے کہی ہے۔ تذکرے کے آخر میں کئی شعرا کی تاریخیں درج ہیں۔ یہ تذکرہ نومبر ۱۸۷۹ء مطابق ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ میں شائع ہوا۔ سرورق پر اس کی اشاعت کی تاریخ پھاگن سمت ۱۹۳۵ راجہ دھرم بکرماجیت، مارچ ۱۸۷۹ء، ربیع الاول ۱۲۹۶ھ تحریر ہے لیکن آخری صفحہ پر ۲۷ نومبر ۱۸۷۹ء کی نادر کی تحریر درج ہے جس سے صحیح صورت حال واضح ہوتی ہے۔ سرورق مذکورہ بالا تاریخ کو بن گیا ہوگا لیکن چھپنے میں کچھ عرصہ لگ گیا ہوگا۔ سرورق پر نیچے کی جانب دو اشعار بھی تحریر ہیں جن سے اس تذکرے کی تعداد اشاعت اور مطبع پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

۱۰۷۔ 'نظم ارجمند' تاریخی نام ہے جس سے کلیات کا سال ترتیب ۱۲۸۸ھ برآمد ہوتا ہے۔ یہ امیر اللہ تسلیم کے اردو کلیات کی تکمیل کی تاریخ ہے۔ کلیات کا پورا نام کلیات امیر اللہ تسلیم معروف باسم تاریخی نظم ارجمند ہے۔ کلیات کے آغاز میں قصیدہ نعت، ۵ قصائد واجد علی شاہ کی مدح میں اور ایک قصیدہ اور ایک قصیدہ نواب محمد بابا خان رئیس سورت کی مدح میں ہے۔ ص ۲۶ سے دیوان تسلیم کا آغاز ہوتا ہے۔ اور ص ۲۴۰ پر غزلیات ختم ہوجاتی ہیں۔ ص ۲۴۲ سے ۲۸۰ تک نالۂ تسلیم اور ۲۸۱ سے ۲۸۴ تک مثنوی شام غریباں شامل ہے۔ آخری صفحے پر غلط نامہ درج ہے۔ یہ تسلیم کا پہلا مطبوعہ دیوان ہے۔ جو صفر ۱۲۸۹ھ مطابق اپریل ۱۸۷۲ء میں مکمل ہو کر مطبع منشی نول کشور سے شائع ہوا۔

۱۰۸۔ ام التواریخ میں تاریخ گوئی کے لیے حروف ابجد اور ان کے اعداد درج کیے گئے ہیں اس میں تقریباً ایک سے دو ہزار تک کے اعداد کے مادے فراہم کیے گئے ہیں۔ ایک ایک عدد کے لیے کئی کئی مادے درج کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب نواب کلب علی خان کے نام معنون کی گئی ہے۔ پہلے صفحے میں حمد ونعت اور دوسرے صفحے پر سبب تالیف کے تحت بتایا گیا ہے کہ اس لغت میں دو ہزار تک کے الفاظ لکھ دیے گئے ہیں جس کی مدد سے ایک ذہین شاعر بہت سے مادے نکال سکے گا۔ اس کتاب میں نواب کلب علی خان کا قصیدہ بہ صنعت توشیح میں درج ہے۔ اس میں منشی سید احمد دہلوی کی تقریظ بھی ہے۔ لغت کے کل صفحات کی تعداد تقریباً ۴۸۶ ہے۔ جس میں منشی حسین علی فرحت دہلوی نے تقریباً دو ہزار تک کے اعداد کے الفاظ تحریر کئے ہیں۔ بقول محبوب علی خان موجد خلف مصنف کا خیال ہے کہ یہ اس فن میں پہلی لغت ہے جو ان کے والد نے مرتب کی تھی۔ اس کا پہلا ایڈیشن مطبع دہلی پنچ لاہور سے ۱۲۸۹ھ اور دوسرا ایڈیشن محبوب علی موجد نے اپنے مطبع قاسمی میرٹھ سے ۱۹۰۶ء میں شائع کروایا۔

۱۰۹۔ غنچۂ علم کلام، عبدالحی صفا بدایونی شاگرد مذاق بدایونی کے تذکرے شمیم سخن کی پہلی جلد کا تاریخی نام ہے۔ جس سے ۱۲۸۹ھ سال تکمیل برآمد ہوتے ہیں۔ صفا نے اس کے دو اور نام بہار کلام نظم اور اقبال نامہ عشرت افزا بھی تجویز کیے ہیں۔ شمیم سخن دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ شعرا کے حالات و کلام پر مشتمل ہے جبکہ دوسرا حصہ شاعرات کے حالات و کلام پر مشتمل ہے۔ غنچۂ کلام، شمیم سخن کا پہلا حصہ ہے۔ اس تذکرے میں چھے سو سے زائد شعرا کے تراجم شامل ہیں۔ آغاز میں حمد ونعت ومنقبت ہے۔ پھر سبب تالیف کے عنوان سے تذکرے کی ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد اردو زبان اور شاعری کی تاریخ مختصراً بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد چھ سو سے زائد شعرا کے تراجم بلحاظ حروف تہجی دیے گئے ہیں۔ سب سے آخر میں مؤلف نے اپنے استاد محمد دلدار علی مذاق بدایونی کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے اور نمونۂ کلام میں بہت سے اشعار رج کیے۔ یہ تذکرہ پہلی بار مطبع امداد الہند عین الاخبار سے ۱۲۸۹ھ میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنی تصنیف اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاروں میں لکھا ہے کہ سال طباعت کا سراغ سرورق یا دیباچے سے نہیں ملتا (۴۸۵) میرے پیش نظر جو ایڈیشن ہے اس کے سرورق پر ۱۲۸۹ھ ہی تحریر ہے۔ جو کہ مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں درست ثابت نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس تذکرے تین تاریخی نام درج کیے ہیں۔ ان میں سے ایک ''غنچۂ کلام'' تحریر کیا ہے (۴۸۴) جو کہ کتابت کی غلطی ہے۔ یہ تذکرہ مطبع امداد الہند وعین الاخبار مراد آباد سے ۱۲۸۹ھ میں طبع ہوا۔ سرورق پر یہی تاریخ درج ہے لیکن عبدالغفور خان نساخ نے ارمغانی میں اس تذکرے کی پانچ ۵ تاریخیں درج کی ہیں جن سے ۱۲۹۹ھ برآمد کیا ہے۔ یا تو یہ اس تذکرے کے دوسرے ایڈیشن کی تاریخیں ہوں گی۔ یا یہ تذکرہ ۱۲۹۹ھ میں مکمل ہوا ہوگا یا شائع ہوا ہوگا۔ ممکن ہے تذکرے کا سرورق ۱۲۸۹ھ میں بن گیا ہو اور کتاب کی اشاعت یا اس میں تبدیلیاں ۱۲۹۹ھ تک ہوتی رہی ہوں گی۔ نساخ نے چوں کہ اس تذکرے کی تکمیل میں صفا بدایونی کی بہت مدد کی تھی۔ اس حوالے سے نساخ کی تاریخ سال تکمیل یا طباعت کے حوالے سے نئے حقائق پر سے پردہ بھی اٹھاتی ہے۔ تفصیل (اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، ص ۴۸۳-۴۹۰، شمیم سخن، ص ۱-۲۹۰)

۱۱۰۔ یہ محسن کاکوروی کی مثنوی کا تاریخی نام ہے جو ان کے کلیات نعت میں شامل ہے۔ مثنوی کا موضوع دوست سے ہمدردی اور محبت ہے۔ محسن کے ایک دوست پر سرکاری معاملات میں گرفت ہوئی جس میں اندیشہ تھا کہ ان کی عزت وآبرو پر حرف آئے گا۔ اس پریشانی میں محسن بیمار پڑ گئے۔ لیکن جب یہ معاملہ خیر وعافیت سے گزر گیا تو محسن نے بھی صحت پائی اور صحت کے یہ مثنوی لکھی گئی۔ مثنوی ۴۶ اشعار پر مشتمل ہے۔

۱۱۱۔ ضوابط عشاق معروف بہ مثنوی دل آویز، رشید الدین احمد خاں رشید لکھنوی کی مثنوی ہے جو ۱۲۸۹ھ، ۱۸۷۳ء میں مطبع منشی نول کشور سے شائع ہوئی۔ یہ شہزادہ ماہ لقا اور شہزادی حسن آرا کے عشق کی داستان ہے۔ شہزادے پر پری دل افروز عاشق ہوجاتی ہے اور اسے اٹھا کر لے جاتی ہے۔ شہزادہ پری زاد کی مدد سے رہائی پاتا ہے اور اپنے لشکر میں پہنچتا ہے آخر کار شہزادے اور شہزادی کی شادی ہوجاتی ہے۔ رشید نے یہ قصہ اپنے دو مصاحبین حسام عطا اور مہدی حسن کے کہنے پر رقم کیا ہے۔

۱۱۲۔ مظہر سعید جناب مولوی حسن مرتضیٰ شفق کا تاریخی نام ہے۔ شعر وسخن کا مشغلہ ابتدائے سن شعور سے رہا۔ ابتدا میں حکیم عابد علی کوثر خیر آبادی سے اصلاح لی تھی۔ پھر امیر مینائی کے شاگرد ہوئے۔ بیاض نعت اور حدیقۂ آخرت وغیرہ آپ کے نعتیہ رسالے ہیں۔ فن عروض پر ایک مختصر رسالہ مسمیٰ بااسم تاریخی مہر عروض شائع ہوا۔ رکن عروض اور تحقیق سخن رسالے بھی آپ کی تصنیف ہیں۔ ریاض شفق جس میں آپ کے مختصر حالات اور ہر قسم کے کلام کا انتخاب ہے آپ کے شاگرد ذبیح نے شائع کیا۔ دل صد پارہ مختلف عنوان کی سو رباعیوں کا مجموعہ ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (خم خانہ جاوید، جلد پنجم، ص ۸)

۱۱۳۔ یہ سید آل محمد کے تاریخوں پر مشتمل دیوان کا تاریخی نام ہے۔ جس سے ۱۲۸۹ھ سال ترتیب برآمد ہوتا ہے۔ اس دیوان کی خوبی یہ ہے کہ سید آل محمد نے اس دیوان میں تمام تاریخیں صنعت دائرہ میں لکھی ہیں۔ یہ دیوان مطبع نور الانوار آرہ سے شائع ہوا۔

۱۱۴۔ جوہر عروض کے دو ایڈیشن مطبع سلطانی کلکتہ کے چھپے ہوئے دستیاب ہوے ہیں۔ پہلا ایڈیشن ہجدم رجب ۱۲۹۰ھ اور دوسرا

ایڈیشن پانزدھم رجب ۱۲۹۲ھ کا ہے۔ یہ تصنیف اردو زبان میں ہے اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے عروض سکھانے کے لیے لکھی گئی ہے۔ دونوں رسالوں میں ایک سو اکسٹھ نئی بحریں ہیں۔ جو بادشاہ کی ایجاد ہیں۔ انیس پرانی بحریں ہیں یعنی کل ایک سو اَسّی بحریں ہیں۔ بادشاہ نے ان سب بحروں کی مثال پیش کرنے کے لیے ایک مصرع موزوں قرار دیا ہے اور نئی بحروں کو پیش کرنے کے لیے ایک ہی مصرعے کو نئے نئے انداز میں ڈھالا ہے اور ان تمام بحروں کو نئے نئے نام دیے ہیں۔ اس رسالے کی ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اختر نے بہت سی بحروں کے نام تاریخی رکھے ہیں۔ مزید یہ کہ وہ دلچسپ بھی ہیں اور ان سب سے ۱۲۹۰ھ برآمد ہوتا ہے۔ مثلاً تاج فاخرہ، مرقع فخر، زمزم منظور، دستار تدارک، حصار ناظم، فصل فرضی، تحسین خاقانی، ہم دم اختر، گلشن فیض، تاج فتوت، افتتاح قیصر، قیصر فرخی، ہمائے اختر، عہد اختری، پاسخ مفعولات، بحر فرض، خزانۂ مفعولات، بہارستان شعرا، رکن لفظی، صنعت خلیلی، لنگر نظم، فکر نظم، رکن عظیم، خرمن قیصر وغیرہ بحور کے تاریخی نام ہیں جن سے ۱۲۹۰ھ برآمد ہوتے ہیں۔

۱۱۵۔ یہ سید اسمٰعیل حسین منیر کے تیسرے دیوان کا تاریخی نام ہے۔ یہ دیوان مطبع ثمر ہند لکھنؤ سے شائع ہوا۔ یہ دیوان کلیات منیر کے متن (حوض) میں موجود ہے۔

۱۱۶۔ یہ کلیات اردوئے قلق مصنفہ حکیم غلام مولیٰ عرف مولا بخش قلق کے دیوان کا تاریخی نام ہے۔ جو مطبع انصار دہلی سے ۱۸۸۳ء میں شائع ہوا۔ قلق کا کلیات ان کے چھوٹے بھائی نے مرتب کیا اور مقدمہ مولانا حالی نے لکھا۔ ان کے کلیات میں غزلیات کے علاوہ ۱۶۲ رباعیاں، ۹ مخمس، ۸ قصائد، ایک واسوخت، کئی قطعات ترجیع بند ترکیب بند اور ۱۸۶ بند کا طویل مرثیہ ہے۔

۱۱۷۔ گنج تواریخ نساخ کے تاریخی قطعات کا مجموعہ ہے۔ جس میں آنحضرتؐ کی تاریخ وفات سے صحابہ کرام، ائمہ دین، صوفیائے کرام، عطائے دین، سلاطین، شعرا اور مشاہیر اسلام کی وفات کی تاریخیں درج ہوتی ہیں۔ تاریخیں فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں ہیں۔ اس کے علاوہ بنگال کے شعرا و ادب کی تصنیفات کی تاریخیں بھی اس میں موجود ہیں۔ یہ مجموعہ رسالہ ۸۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ آخر میں حاجی ناظر عبداللہ آشفتہ اور حکم اشرف علی مست کی تقاریظ اور تاریخیں ہیں۔ یہ مجموعہ ذی الحجہ ۱۲۹۱ھ مطابق جنوری ۱۸۷۵ء میں مطبع نامی اودھ اخبار لکھنو سے شائع ہوا۔

۱۱۸۔ یہ واجد علی شاہ کی نظم و نثر کا مجموعہ ہے۔ اس میں سلام و مراثی بھی شامل ہیں۔ اس کتاب کا ایک مخطوطہ امام باڑہ سبطین آباد مبارک کلکتہ میں موجود ہے۔ (واجد علی شاہ کی ادبی و ثقافتی خدمات، ص ۳۱۱) انجمن ترقی اردو کراچی اور کتابخانہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے کتاب خانے میں اس کا ایک مطبوعہ ناقص الاول نسخہ موجود ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ کتاب کی تکمیل محرم ۱۲۹۵ھ میں ہو چکی تھی۔ کتابت بھی اسی سال ہو چکی تھی۔ ملک اختر کے قلمی مسودے میں یہ عبارت بھی درج ہے۔ ''بنظر اشرف درآمد و یک یک حرف مع نقطہ و اعراب وغیرہ صحیح کردہ شد بلا تکلف مطابق اصل مطبع شود۔ ہفتم ربیع الثانی ۱۲۹۵ (واجد علی شاہ کی ادبی و ثقافتی خدمات، ص ۳۱۱) کتاب میں پانچ فصلیں بنائی گئی ہیں اور انھیں 'صوبہ' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ مشمولات یہ ہیں۔ صوبہ اول بحور و اوزان ماتم و آں مجموع چہل و چار اند۔ صوبہ دوم رباعیات، قطعات و آں یک صد و عک اند۔ صوبہ سوم فرد و بیت و مخمس و مسدس و آں چہل و پنج اند۔ صوبہ چہارم سلام و غزلیات ردیف وار و آں چہل و یک انداز اں جملہ ہفتدہ سلام باقی غزلہا۔ صوبہ پنجم مثنوی رقعہ جات و نظم و آں سیزدہ اند۔ صوبہ ششم نثر و جواب استفتا بارقمزدہ کلک گوہر سلک قائمۃ الدین پیروائمہ معصومین جناب مولوی مرزا محمد علی صاحب و آں چہل و ہفت انداز ان جملہ پنج نثر و مابقی استفتا مع اجوبہ۔

۱۱۹۔ یہ حاتم علی بیگ مہر کی تصنیف ہے جس میں انھوں نے اپنے پوتے مرزا قاسم حسین اختر کی ختنہ اور بسم اللہ کی تقریبات کا ذکر کیا ہے اور مکتب نشینی کی تقریبات ہے۔ (ہماری زبان، ۱۵ جولائی ۱۹۸۱ء، ص ۲-۳) مرزا سخاوت علی ضیا کے ایک شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقریبات ایٹہ میں منعقد ہوتی تھیں اور جاگیردارانہ معاشرے کی روایات کے عین مطابق مہ جشن بڑی دھوم دھام سے منایا گیا تھا۔ چناں چہ اس موقع پر رقص و سرور کی محفل بھی آراستہ ہوتی تھی۔ شعر درج ذیل ہے:

جلسہ تھا جوب مکتبِ قاسم حسین کا ایٹہ میں اے ضیا یہ ہوا یادگار رقص (ایضاً)

۱۲۰۔ یہ نواب کلب علی خان والیِ رامپور کے پہلے دیوان کا تاریخی نام ہے۔جس سے ۱۲۹۱ھ برآمد ہوتے ہیں۔اس دیوان کی تالیف ۱۲۹۱ھ اوراشاعت ۲۹ رجب ۱۲۹۳ھ میں عمل میں آئی۔

۱۲۱۔ یہ نواب میرزا والا جاہ بہادر متخلص بہ عاشق کے اردو دیوان کا تاریخی نام ہے جسے ان کے صاحب زادے نواب مہدی حسین خان بہادر فلر کی فرمائش سے محمد عبدالواحد خان ولد محمد مصطفی خان نے اپنے مطبع مصطفائی سے ذی الحجہ ۱۲۹۱ھ میں شائع کیا۔

۱۲۲۔ یہ حکیم میر قطب الدین باطن کے اردو تذکرے کا تاریخی نام ہے۔جس سے ۱۲۹۱ھ برآمد ہوتے ہیں۔اس کا پورا نام گلستان بے خزاں معروف بہ نغمۂ عندلیب ہے۔باطن نے یہ تذکرہ نواب مصطفی خان شیفتہ کے تذکرے گلشن بے خار کے جواب میں تحریر کیا۔ یہ تذکرہ جون ۱۸۷۵ء مطابق جمادی الاول ۱۲۹۲ھ میں مطبع منشی نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوا۔حکیم میر قطب الدین باطن نے شیفتہ کے تذکرے گلشن بے خار کے جواب میں گلستان بے خزاں تحریر کیا۔جس میں انھوں نے شیفتہ کے تذکرے کا مذاق اڑایا اوران کی غلطیوں کی نشان دہی کی۔''گلستان بے خزاں'' ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ چند صفحات پر مشتمل رسالہ ہے جسے ایک مضمون کہنا بے جانہ ہوگا۔منشی کہنیا لال وحشی نے اسی سال مطبع فوق کاشی دہلی سے گلستان بے خزاں کے جواب الجواب کے طور پر شائع ہوا جس میں مصنف نے اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔اور باطن کو جاہل اور واہیات گو کہا ہے۔اس کے علاوہ اس کی تحریروں میں سے کچھ نقائص نکالے ہیں۔

۱۲۳۔گلدستہ ستایش منشی ویس محمد خان ویس کے نعتیہ دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے سال ترتیب ۱۲۹۱ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ دیوان مطبع حافظ سید محمد صاحب موسوم بہ مطبع فردوسی میں یکم محرم ۱۲۹۲ھ میں شائع ہوا۔

۱۲۴۔ یہ مرزا اوج لکھنوی کی تصنیف کا تاریخی نام ہے۔جس سے سال تکمیل ۱۲۹۲ھ برآمد ہوتے ہیں۔اس تصنیف کا پورا نام مقیاس الاشعار نام تاریخی ارمغان ہے۔ یہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔حصہ اول میں عروض اور فن شعر سے متعلق بحث ہے۔ دوسرے حصے میں علم قافیہ اور متعلقات کا بیان ہے اور تیسرے حصے میں فن تاریخ گوئی پر روشنی ڈالی ہے۔آخر میں تصنیف کی تکمیل اور اشاعت کی تاریخیں ہیں۔اس تصنیف کے متعلق داغ دہلوی کا بیان ہے ''بھئی یہ تو سمجھو کہ آج عروض کا ماہر مرزا اوج سے بڑھ کر کوئی ہندوستان میں نہیں ہوا ہے۔ان کی کتاب علم وعروض میں مقیاس نام ان کی عروض دانی میں اکمل ہونے پر دلیل روشن ہے۔(معراج الکلام، ص ۱۴، بحوالہ کتاب نما مرزا دبیر نمبر، ص ۴۰) یہ کتاب ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں مکمل ہوئی۔اس کی تصدیق 'مقیاس الاشعار' کے دیباچہ میں مصنف کے بیان سے بھی ہوتی ہے اس کتاب کی اشاعت ۱۳۰۴ھ میں شروع ہوئی اور ۱۳۰۵ھ میں مکمل ہو کر مطبع جعفری باہتمام مولوی مرزا محمد علی شائع ہوئی۔اس کی تصدیق مقیاس الاشعار میں میں شامل تاریخ سے بھی ہوتی ہے۔(ص ۳۳۶)

۱۲۵۔ یہ عبدالغفور خان نساخ کا تیسرا دیوان ہے۔جو ۱۲۹۲ھ میں مدون ہوا۔اس دیوان میں ردیف وار غزلیات، فردیات، قطعات اور معمیات شامل ہیں۔ یہ دیوان مطبع نظامی کانپور سے ۱۲۹۴ھ میں شائع ہوا۔

۱۲۶۔ یہ میر ذاکر حسین یاس لکھنوی شاگرد نواب میر مونس کا پہلا دیوان ہے جو ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۹ء میں پہلی بار قومی پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔

۱۲۷۔ فن تاریخ گوئی پر جویا مراد آبادی کی یہ کتاب ۱۲۹۰ میں مکمل ہوئی اور ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں مطبع منشی نول کشور سے شائع ہوئی۔اس کتاب کے مزید تاریخی نام 'خزینہ صنعت'، 'تواریخ عجیب'، 'نگارستان بہجت'، اور 'چمنستان فرحت' بھی ہیں۔'سرود غیبی' کے ٹائٹل پر جویا مراد آبادی نے تیرہ تاریخیں درج کی ہیں۔اس کتاب کا پورا نام ''سرود غیبی مسمیٰ بہ خیابان تواریخ'' ہے۔دونوں نام تاریخی ہیں۔سرود غیبی سے ۱۲۹۲ھ اور خیابان تواریخ سے ۱۸۸۱ء برآمد ہوتے ہیں۔دراصل سر ورق لکھنے سے دو غلطیاں ہوئیں اس نے اس کے نیچے ۱۲۹۲ھ لکھ دیا جب کہ اس سے ۱۸۸۱ء مستخرج ہوتی ہے۔مزید یہ کہ جویا نے اس کا نام خیابان تاریخ رکھا ہوگا کہ اس سے ۱۸۷۵ء برآمد ہوتے ہیں۔یہی سال سر ورق پر موجود عبارت ''بعونہ خداوند زمین و زمان ایں نسخۂ عجیبہ'' سے برآمد ہوتا ہے

مزید یہ کہ ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء کے مطابق ہے۔ یہ غلطی کاتب سے ہوئی۔

۱۲۸۔ حکیم محمد فصیح الدین رنج کے شاعرات کے تذکرے بہارستان ناز کے جواب میں درگا پرشاد نادر نے یہ رسالہ لکھا۔ رنج کے تذکرے میں جن شاعرات کا ذکر نہیں تھا یا نادر نے انھیں غلط پایا انھیں اپنے اس تذکرے میں شامل کیا۔ اس تذکرے میں موجود بہاء الدین عرف عبداللہ شاہ بشیر کے تاریخی نام "باغ نادر" اور "ترکیبات نادر" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۲۸۸ھ میں مکمل ہو چکا تھا لیکن ان کے اجزا پریشان پڑے تھے۔ نادر نے انھیں اکٹھا کر کے ایک مقدمہ اور دو حصوں میں تقسیم کیا۔ درمیان میں حرف عین کے بعد تاریخ گوئی کا بیان اور اس کی اقسام پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ پھر غین سے شاعرات کا تذکرہ شروع کر دیا گیا ہے۔ تذکرے کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں فارسی گو شاعرات کا ذکر ہے اور دوسرے حصے میں اردو گو شاعرات کا۔

۱۲۹۔ شیخ محمد جان شاد صدیقی نام شاد تخلص تھا۔ شیخ داراب علی صدیقی کے فرزند تھے۔ لکھنؤ میں ۱۲۲۰ھ میں پیدا ہوئے۔ میر کلو عرش کے شاگرد تھے۔ ناسخ و آتش کے معرکے دیکھے ہوئے تھے۔ ۱۳۱۷ھ میں انتقال ہوا۔ دو دیوان مرتب کیے تھے۔ یہ پہلے دیوان کی ترتیب کا سال ہے۔ نصیر الدین ہاشمی نے کلیات شاد کا تعارف کتب خانہ آصفیہ کے مخطوطات میں کروایا ہے جس میں ان کے بیان سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ شائع نہیں ہو سکا۔ اس دیوان میں شاد کی غزلیں، اردو اور فارسی قصائد، رباعیات، مخمسات، مسدسات اور چند مناظرہ شہر آشوب وغیرہ موجود ہیں۔ اس دیوان کے متعلق لالہ سری رام کا بیان ہے کہ یہ گم ہو گیا تھا۔ جب کہ صفیر بلگرامی نے نشان دہی کی ہے یہ دیوان ۱۲۹۲ھ میں مطبع کارنامہ سے شائع ہوا تھا۔ صفیر بلگرامی نے جلوہ خضر میں اس دیوان کی تقریظ کا انتخاب بھی نقل کیا ہے۔ (دیکھیے: کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات، جلد اول، ص ۵۸، خمخانہ جاوید، جلد چہارم، ص ۵۰-۳۴۹، جلوہ خضر، جلد دوم، ص ۴۱)

۱۳۰۔ سخن بے مثال شیخ محمد جان شاد کے اردو دیوان کا تاریخی نام ہے۔ یہ تاریخی نام اس دیوان کی تکمیل کے وقت رکھا گیا۔ یہ دیوان اردو شاعری سکھانے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس دیوان کی خوبی یہ ہے کہ اس میں شامل غزلیات میں روزمرہ کا رنگ اور مصطلحات کی گل کاریاں بھی موجود ہیں اور غزلیات میں باستثنائے مطلع و مقطع کل قوافی ہندی نظم ہوئے ہیں۔ اس دیوان کی مزید خوبی یہ ہے کہ ہر غزل کے لیے اس کی بحر اور تقطیع مع علل یعنی زحافات و ارکان کے ہر غزل کے ساتھ درج ہوئے ہیں۔ آغاز میں چار صفحات پر مشتمل سید عاشق حسین وصل لکھنوی شاگرد شاد کا تحریر کردہ دیوان اور شاد سے متعلق تعارف ہے۔ ص ۱۵۴ تک حروف تہجی کے لحاظ سے ردیف وار غزلیں ہیں۔ ص ۱۵۴ تا ۱۵۷ تک قطعات اور رباعیاں شامل ہیں۔ ص ۱۵۷ تا ۱۶۵ تک شاد اور دیگر تاریخ گو شعرا کی تاریخیں درج ہوئیں۔ ص ۱۶۶ تا ۱۷۳ میں دیوان کا غلط نامہ درج ہے۔ یہ دیوان شاد کے انتقال ۱۳۱۷ھ کے بعد ان کے شاگرد سید عاشق حسین وصل لکھنوی نے مرتب کیا جسے سید مجتبیٰ حسن منیجر تصویر عالم پریس نے اہتمام کے ساتھ جنوری ۱۹۰۱ء میں تصویر عالم پریس لکھنو سے شائع کیا۔ دیکھیے: (سخن بے مثال، ص ۱-۴، ۱۶۴-۱۶۵)

۱۳۱۔ یہ دُرگا پرشاد نادر کا خواتین شاعرات کے تذکرے کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۹۳۲ سمت مطابق ۱۸۷۶ء برآمد ہوتے ہیں۔ یہ تذکرہ ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں مطبع فوق کاشی دہلی سے شائع ہوا۔ یہ درگا پرشاد نادر دہلوی کا خواتین کا تذکرہ ہے۔ آغاز میں ایک مختصر مقدمہ ہے جس میں ہندوستان میں خواتین کی ناگفتہ بہ علمی حالت خصوصاً ہندو عورتوں کی بیان کی گئی ہے۔ ان کے خیال میں مسلمانوں کے ہاں تو عورتوں کی تعلیم پر کوئی پابندیاں نہیں بلکہ ان کے مذہب میں تعلیم پر زور دیا گیا ہے اور مسلمانوں میں پڑھی لکھی خواتین گزری ہیں۔ نادر نے مراۃ الخیال، جواہر العجائب، کلمات الشعراء، منتخب الطائف، ملاحت المقال، خریطۂ جواہر اور ریاض الفردوس وغیرہ فارسی تذکروں کا ذکر کیا ہے جس میں مستورات کا کلام ملتا ہے۔ اس طرح اُردو میں مجموعہ نغز، گلدستہ ناز نیناں، گلشن بے خار، گلستان سخن، مخزن شعراء، طبقات الشعرا اور نادر الاذکار میں کہیں کہیں اور بہارستان ناز تمام اور سخن شعرا کا آخری جزو دیکھ لو اس میں ہندو شعرا کا نام نہ پاؤ گے اور اگر ملے گا تو وہ بھی خال خال جواز شعر گوئی میں انھوں نے مسلم روایات کے حوالے سے عورتوں کی تعلیم اور شعر گوئی کا جواز دیا ہے۔ نادر نے یہ تذکرہ عورتوں کی تعلیم

دلانے کی تحریک اور بہارستانِ ناز سے رہ جانے والی شاعرات کو بھی سامنے لانے کے لیے مرتب کیا ہے۔ نادر کا یہ تذکرہ ایک مقدمے اور دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اس تذکرے میں نادر نے فارسی زبان میں شعر کہنے والی شاعرات کا تذکرہ کیا ہے۔ مقدمے میں پہلے عربی زبان کے چند شاعرات کا ذکر کیا ہے۔ پھر سنسکرت اور بھاشا کی فاضلہ و شاعرہ خواتین کا ذکر ہے۔ انگریزی کی فاضلہ عورتوں کا بیان اس لیے ترک کر دیا ہے کہ ان کے خیال میں ان کے ہاں ناخواندہ تو شاید ہی کوئی ہوگی دوسری اصل وجہ ہے کہ نادر خود انگریزی سے نابلد ہے۔ یہ تذکرہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں صرف فارسی شاعرات کے تراجم اور ان کا کلام نقل ہوا ہے۔ راقم السطور کا خیال ہے کہ یہ نامکمل ہے۔ اسے نادر مکمل کرنا چاہتے ہوں گے لیکن بعض نامعلوم وجوہات کی بنا پر انھیں جلد بازی میں یہ تذکرہ چھپوانا پڑا ہوگا۔ اسی وجہ سے اُردو شاعرات اس میں درج ہونے سے رہ گئی ہیں جس کے لیے انھیں اس کا دوسرا حصہ کے نام سے مرتب کرنا پڑا۔ نادر نے مقدمے میں اس تذکرے کے درج ذیل تاریخی نام درج کیے ہیں (۱) غیرت یاز مازر ۱۸۷۱ء (۲) اہل باغ نادر ۱۲۸۸ھ (۳) ترکیبات نادر ۱۲۸۸ھ (۴) چمنستان خیالات نادر ۱۹۳۲ سمت بکر ماجیتی یہ تذکرہ گلشن ناز مسمیٰ بہ مرات خیالی کے نام سے ۱۲۹۳ھ، ۱۸۷۶ء، ۱۹۳۲ء سمت اور ۱۲۸۳ ف میں باہتمام منشی انبی پرشاد، مطبع فوقی کاشی دہلی سے شائع ہوا۔

۱۳۲۔ یہ محسن کاکوروی کی مثنوی کا تاریخی نام ہے۔ اس مثنوی کا پورا نام نگارستان الفت معروف پیاری باتیں ہے۔ یہ مثنوی ۱۲۹۳ھ میں صرف ایک گھنٹے میں لکھی گئی۔ مثنوی میں ۵۳ شعر ہیں۔ محسن کے ایک دوست کے ہاں مشاعرہ تھا اس کے اصرار سے مجبور ہو کر شام کے وقت یہ مثنوی لکھی۔ یہ مثنوی ہلکی پھلکی عاشقانہ نظم ہے جس میں آغاز میں ساقی سے خطاب کیا ہے۔ اور پھر محسن سے دریافت کیا ہے کہ تم کس کے عشق میں اس قدر آشفتہ ہو۔ یہ مثنوی محسن کاکوروی کے کلیات نعت میں شامل ہے۔ خود محسن نے بر سبیل تذکرہ بتایا تھا کہ یہ مثنوی ناتمام ہے۔

۱۳۳۔ یہ محسن کاکوروی کے ایک مشہور قصیدے کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۹۳ھ برآمد ہوتے ہیں جس سے اس قصیدے کے سال تصنیف کا پتا چلتا ہے۔ یہ قصیدہ پہلی با مطبع شام اودھ لکھنؤ سے ۱۳۰۱ھ میں شائع ہوا۔

۱۳۴۔ راجہ نواب علی خان سحر کا یہ واحد ضخیم کلیات، ان کے بیٹے امیر الدولہ راجہ محمد امیر حسن خان ممتاز جنگ کے حکم سے طبع اودھ پریس لکھنو میں منشی چندن لال کے اہتمام سے ۱۲۹۳ھ میں شائع ہوا۔ کلیات کی ابتداء میں علیحدہ کتابی صورت میں قصائد سحر کے عنوان سے چند قصیدے اور مخمس ہیں۔ اس کے بعد کلیات میں بیاض سحر معروف بہ اسم تاریخی ''انیس بےنظیر'' ۵۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ سحر کا مجموعہ کلام ہے۔ اس میں صفحہ اول سے ۴۴۰ تک حروف تہجی کے اعتبار سے ردیف وار غزلیں ہیں۔ صفحہ ۴۴۱ سے ۴۴۴ تک رباعیات ہیں پھر تین مخمس، ایک طویل مسدس واسوخت اور آخر میں سحر کی تاریخیں درج ہیں۔ سحر کی تاریخوں کے بعد منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی کی رنگین نثر مع دائر عجیب و غریب در صنف متحد الاعداد مختلف الاعداد و مختلف الالفاظ درج ہے۔ اس کے بعد کتاب کا خاتمہ منشی فدا علی صاحب عیش معروف بہ اچھے صاحب کی نظم و نثر کا نمونہ موجود ہے جس میں انھوں نے کلیات سحر کی روداد مختصراً بیان کی ہے۔ کلیات سحر کی تاریخیں بھی درج ہیں۔

۱۳۵۔ یہ سید آل محمد کے دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے سال ترتیب ۱۲۹۳ھ برآمد ہوتے ہیں۔ سید آل محمد نے یہ دیوان ردیف وار ترتیب دیا۔ اس دیوان میں سید آل محمد کی کہی ہوئی صرف تاریخیں درج ہیں۔ یہ دیوان مطبع نور الانوار آرہ سے شائع ہوا۔

۱۳۶۔ یہ واجد علی شاہ کی لغت کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۹۳ھ برآمد ہوتے ہیں جو لغت کا سال تصنیف ہے۔ بنی کی فہرست میں اس کتاب کو لغت ہفت زبان کہا گیا ہے۔ اس میں کئی زبانوں کے متجانس الفاظ یکجا کر دیے گئے ہیں۔ ہر لفظ کا تلفظ بتا دیا گیا ہے اور اس کے مختلف معنی لکھ دیئے گئے ہیں کہیں کہیں سند کے لیے کوئی شعر بھی دے دیا گیا ہے۔ معنی اکثر تفصیل سے لکھے گئے ہیں اور لغت کی مستند کتابوں کے حوالے بھی اکثر دیئے گئے ہیں۔ کتاب کے آخر میں کئی قطعات تاریخ ہیں۔ یہ لغت مطبع سلطانی کلکتہ سے ۱۲۹۷ھ میں شائع ہوا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (واجد علی شاہ، ص ۱۴۸-۱۵۰، واجد علی شاہ کی ادبی و ثقافتی خدمات، ص ۳۱۶-۳۲۰)

۱۳۷۔ منشی امیر اللہ تسلیم کی مثنوی کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۹۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اس مثنوی کا مخطوطہ بقول گیان چند اسٹیٹ لائبریری

رام پور میں موجود ہے۔(اردو مثنوی شمالی ہند میں، جلد دوم،ص ۲۲۸)

۱۳۸۔ یہ میر طالب حسین خاک کی ایک ضخیم مثنوی کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۹۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔اس کا موضوع حسن وآداب و اخلاق ہے۔یہ مثنوی خواتین کے لیے لکھی گئی ہے۔یہ مثنوی ۱۲۹۴ھ میں شائع ہوئی۔(خم خانہ جاوید،جلد سوم،ص ٦)

۱۳۹۔ یہ نواب کلب علی خان والیِ رامپور کے دوسرے دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے سال تکمیل ۱۲۹۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔یہ دیوان تاج المطابع رامپور سے شعبان ۱۲۹۵ھ میں شائع ہوا۔

۱۴۰۔ یہ نواب کلب علی خان والی رام پور کے تیسرے دیوان کا تاریخی نام ہے۔جس سے سال ترتیب ۱۲۹۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔یہ دیوان شعبان ۱۲۹۵ھ میں مطبع تاج المطابع رامپور سے شائع ہوا۔'درۃ الانتخاب' کے تاریخی نام سے مطلوبہ سال ۱۲۹۴ھ اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جب تائے مدورہ کو ہائے ہوز مان کر اس کے ۴۰۰ کی بجائے ۵ عدد محسوب کیے جائیں۔

۱۴۱۔ یہ عبدالغفور خان نساخ کا ۳۲ صفحات پر مشتمل مختصر رسالہ ہے۔اس رسالے میں نساخ نے میرزا دبیر اور میر انیس کے کلام کی زبان، عروض،محاورے،معانی اور قواعد کی غلطیاں اور بعض دوسرے نقائص دکھائے ہیں۔آغاز میں حمد ونعت پھر اپنا نسب نامہ اس کے بعد غرض وغایت تصنیف اور پھر اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔اس رسالے میں مرزا دبیر کے تقریباً ڈیڑھ سو اشعار اور میر انیس کے ساٹھ اشعار پر نساخ نے اعتراضات کیے ہیں۔تفصیل (نساخ حیات وتصانیف،ص ۲٦۸-۲۷۲)

۱۴۲۔ عبدالغفور خان نساخ کی یہ کتاب گنج تواریخ کا ضمیمہ ہے۔یہ ۵۰ صفحے کا مختصر رسالہ ہے جس میں گنج تواریخ ہی کی طرح قطعات تاریخ ہیں۔اس کا اصل نام ضمیمہ گنج تواریخ ہے۔''کنز تواریخ'' تاریخی نام ہے جس ۱۲۹۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔اس میں بیش تر قطعات فارسی میں ہیں۔اس رسالے میں رسول اکرم صحابہ کرام صوفیائے عظام،سلاطین،معاصرین اور اعزا واقربا کی وفات کی تاریخیں درج ہیں۔اسی کے علاوہ اپنے بعض معاصرین کے دیوان کی تاریخیں، ڈھاکا کے شاہ باغ کی تعمیر،اور ملکہ وکٹوریہ کے لقب شاہنشاہی پر قطعات تاریخی اس رسالے میں موجود ہیں۔آخری صفحے پر مطبع نظامی کی جانب اظہار تشکر ہے۔آخر میں مختصر سا غلط نامہ بھی درج ہے۔یہ رسالہ مطبع نظامی کانپور سے باہتمام محمد عبدالرحمن شائع ہوا۔رسالے پر کہیں تاریخ طبع درج نہیں۔لیکن سرورق پر رسالے کی تاریخی نام سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ اپنی ترتیب کے سال ۱۲۹۴ھ میں ہی شائع ہوا ہوگا۔کنز تواریخ مطبع نظامی کانپور سے شائع ہوئی۔

۱۴۳۔ یہ حافظ کریم بخش احقر کی اردو مثنوی کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۹۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔یہ مثنوی ۱۲۹۴ھ میں مکمل ہوئی۔اور اپنی تکمیل کے چار سال بعد ۱۲۹۸ھ میں مطبع منشی نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی۔

۱۴۴۔ یہ واجد علی شاہ کے مرثیے کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۹۵ھ برآمد ہوتے ہیں۔اس میں ۱۴۱ بند ہیں۔یہ مرثیہ دارالامارۃ کلکتہ سے ۱۲۹٦ھ میں مطبع سلطانی باہتمام رئیس الدولہ شائع ہوا۔کتاب کے کل صفحات ۵۰ ہیں۔ڈاکٹر کوکب قدر سجاد علی میرزا نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے واجد علی شاہ کی ادبی وثقافتی خدمات میں اس کتاب کا ذکر نہیں کیا۔شاید یہ کتاب ان کی نظر سے نہیں گزری۔

۱۴۵۔ یہ منشی محمد رضا صبر کے دیوان کے انتخاب کا تاریخی نام ہے۔یہ انتخاب ان کے شاگرد منشی مقصود احمد ناطق نے کیا تھا۔(خم خانۂ جاوید، جلد پنجم،ص ۲۷۲)

۱۴٦۔ 'تواریخ عزا' سید عبدالجلیل جلیل کی تصنیف کا تاریخی نام ہے۔جس سے ۱۲۹۵ھ برآمد ہوتے ہیں۔اس دیوان میں سید عبدالجلیل نے اپنے چچا سید آل محمد کی وفات پر اپنی کہی ہوئی تاریخیں جمع کی ہیں۔یہ دیوان مطبع نورالانوار آرہ سے شائع ہوا۔

۱۴۷۔ عبدالغفور خان نساخ نے دبیر اور انیس کے مرثیوں پر اعتراض کر کے ایک کتاب انتخاب نقص ۱۲۹٦ھ میں شائع کی تھی اس کا دندان شکن جواب منیر شکوہ آبادی نے لکھا تھا۔اور اس کا تاریخی نام سنان دل خراش رکھا۔اس کی ایک نقل منیر نے نواب سید محمد جعفر عرف نواب پیارے صاحب کو بھیجی تھی۔ان کے توسط سے ایک نقل سید افضل حسین ثابت لکھنوی کو حاصل ہوئی۔جس کا ذکر انھوں نے دربار حسین میں کیا ہے یہ رسالہ ہنوز قلمی ہے دیکھیے (دربار حسین،ص ۲۳-۲۴)

۱۴۸۔ یہ نواب کلب علی خان والیِ رامپور کے چوتھے دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے سال تکمیل ۱۲۹۶ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ دیوان شعبان ۱۲۹۷ھ میں مطبع تاج المطابع رامپور سے شائع ہوا۔

۱۴۹۔ یہ سید فرزند احمد صفیر بلگرامی کی ان غزلوں کا مجموعہ ہے جو انھوں نے مختلف مشاعروں میں پڑھیں۔ صفیر کا یہ مجموعہ کارنامہ میں چھپا تھا۔ (جلوہ خضر، جلد دوم ص ۲۳۵)

۱۵۰۔ 'شمع تعزیت' تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۹۷ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ سلاموں، مخمسات اور سراپا وغیرہ پر مشتمل مجموعہ ہے۔ اس مجموعہ کو سید محمد عنایت حسین متین سہارن پوری نے ترتیب دیا تھا۔ اس میں ۵۰ سلام ۲۹ مخمسات اور سراپا وغیرہ کے متعدد بند درج ہیں یہ مجموعہ ۱۲۹۷ھ ۳۰ نومبر ۱۸۸۰ء کو شائع ہوا۔ (تحقیقی نوادر، ص ۵۵۷)

۱۵۱۔ یہ منشی بنسی دھر بہجت لکھنوی کی مثنوی کا تاریخی نام ہے۔ جس سے ۱۲۹۷ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ مثنوی لکھنؤ میں ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۷۹ء میں شائع ہوئی۔ (مثنوی نگاری، ص ۱۶۸)

۱۵۲۔ ''تاریخ بدیع'' والیان ریاست رام پور کی تاریخ ہے۔ امیر اللہ تسلیم نے نواب علی محمد خان بانیِ ریاست سے نواب کلب علی خان کے عہد حکومت تک کی تاریخ کو منظوم کی ہے۔ آغاز میں حمد، نعت، مناجات اور مدح نواب کلب علی خان ہے۔ سبب تالیف میں لکھتے ہیں کہ ایک دن میں نواب کلب علی خان کی قدمبوسی کو حاضر ہوا اور انھیں اپنی مثنوی پیش کی۔ (ص ۱۹۔۱۸) پھر چند دن بعد ایک کتاب دی جس میں ریاست کے تفصیلی حالات موجود تھے۔ (ص ۱۹) اس کے بعد رام پور کی تاریخ کو منظوم کیا ہے۔ یہ تاریخ ۱۹ صفر ۱۲۹۸ھ مطابق ۲۱ جنوری ۱۸۸۱ء میں مطبع حسنی حسن محمد خان واقع رام پور سے شائع ہوئی۔ ڈاکٹر گیان چند نے نشان دہی کی ہے کہ چند سال بعد تسلیم نے اس میں اضافے کیے اور اس کا تاریخی نام ''تواریخ بدیع'' رکھا جس سے ۱۳۰۳ھ برآمد ہوتے ہیں۔ (اردو مثنوی شمالی ہند میں، جلد دوم، ص ۲۲۹)

۱۵۳۔ یہ محمد نقی علی خان بہادر سطوت شاگرد فصاحت کے دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے مطلوبہ سنہ ۱۲۹۸ھ بحساب زبر و بینات حاصل ہوتے ہیں۔ یہ دیوان مطبع شوکت جعفری لکھنؤ سے شائع ہوا۔

۱۵۴۔ 'نظم شاداب' مولوی فدا حسین فدا کی مثنویات کے مجموعے کا تاریخی نام ہے جس سے سال تکمیل ۱۲۹۸ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اس مجموعے کا اصل نام رقعات فدا ہے یہ مجموعہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۷ء میں مطبع امداد الہند مراد آباد سے شائع ہوا۔

۱۵۵۔ حدیقۂ بے نظیر نواب مہدی حسن خان رفعت کے اردو دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے سال تکمیل ۱۲۹۹ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ دیوان ۱۳۰۱ھ میں مطبع گلزار محمدی سے شائع ہوا۔

۱۵۶۔ نواب سید محمد مرتضیٰ خان شمیم نبیرہ نواب صدیق حسن خان وخلف اکبر ممتاز الدولہ میر عبدالحی خان صولت جنگ کا تاریخی نام ہے۔ ۱۲۹۹ھ میں بھوپال میں پیدا ہوئے۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد آپ لکھنو میں سکونت پذیر ہوئے۔ اوائل عمر سے شعر و سخن پر فریفتہ تھے۔ اردو میں شمیم اور فارسی میں عشرتی تخلص کرتے تھے۔ اردو میں داغ سے اور فارسی نظم و نثر میں حافظ خان محمد شہیر تلمیذ غالب کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا۔ ہزار صفحات پر مشتمل اردو دیوان میں غزلیات کے علاوہ قصائد، مخمسات، رباعیات وغیرہ موجود ہیں۔ دیکھیے (خم خانۂ جاوید، جلد پنجم، ص ۵۳)

۱۵۷۔ یہ شیخ شرف الدین صفیر کی مثنوی ہے۔ اس میں شہزادہ گلرو اور وزیرزادی پری جان کی عشق کی داستان ہے۔ دوسری مثنویوں کی طرح اس میں بھی ایک پری دونوں کے عشق میں آڑے آتی ہے اور شہزادے کو اٹھالے جاتی ہے۔ اس میں وزیرزادے اور وزیرزادی کی عشق کی داستان بھی ہے۔ دونوں کہانیوں کا انجام دونوں جوڑوں کی شادی پر آکر ختم ہوجاتا ہے۔

۱۵۸۔ یہ داغ دہلوی کی مشہور مثنوی کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۰۰ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اس مثنوی میں داغ نے کلکتہ کی ایک باذوق مغنیہ منی بائی حجاب کے ساتھ عشقیہ واردات کو منظوم کیا ہے۔ یہ مثنوی ۱۲۹۹ھ میں مکمل ہوئی۔ اور ۱۳۰۰ھ میں اس کا نام رکھا گیا۔

۱۵۹۔ یہ منشی محمد اقبال حسین عاشق دہلوی معتمد ریاست بیکانیر کا دیوان ہے جو افکار عاشق کے نام سے شائع ہوا۔ اس کا تاریخی نام 'شاہد نظام' ہے حکیم محمد عمر فصیح کے قطعہ تاریخ سے اس کا سال اشاعت ۱۳۰۸ھ ظاہر ہوتا ہے۔ عاشق نے اپنا یہ دیوان میر محبوب علی خان والیِ دکن کی نذر کیا تھا۔

۱۶۰۔ 'مضامین رفیع' نواب کلب علی خان والیِ رامپور کے پانچویں اردو دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے سال ترتیب ۱۳۰۱ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ دیوان ۱۳۰۲ھ میں مطبع تاج المطابع رام پور سے ۱۳۰۲ھ میں شائع ہوا۔

۱۶۱۔ یہ محسن کاکوروی کی مثنوی کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۰۱ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اس مثنوی میں محسن نے معراج رسول ﷺ کو منظوم کیا ہے۔ تفصیل دیکھیے: تعلیقہ

۱۶۲۔ غازۂ تعشق تاریخی نام ہے جس سے ۱۸۸۳ء برآمد ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر گیان چند نے اس کے تاریخی نام ہونے کی نشان دہی نہیں کی۔ یہ عنایت سنگھ رئیس لکھنؤ تعلقہ دار بریلی کی اردو مثنوی ہے۔ اسی قصہ کو اقبال ور ماسحر نے بھی منظوم کیا ہے۔ اس مثنوی کی اشاعت ۱۸۹۲ء میں ہوئی۔

۱۶۳۔ یہ احمد حسین خان مذاق کے اردو کلیات کا تاریخی نام ہے۔ جس سے ۱۳۰۲ھ برآمد ہوتے ہیں۔ ۱۳۰۲ھ کلیات کی ترتیب کا سال ہے۔ یہ کلیات ۱۳۰۳ھ میں قومی پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔

۱۶۴۔ ارمغانی نساخ کا چوتھا اور آخری دیوان ہے۔ 'ارمغانی' تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۰۲ھ برآمد ہوتے ہیں۔ ۱۳۰۲ھ دیوان کا سال ترتیب ہے۔ آغاز میں ردیف وار غزلیں، فردیات، مثنویات، فارسی معمیات اور ۲۸ صفحات پر مشتمل نساخ کے معاصر شعرا، ادبا، اہم شخصیات اور تصانیف کی تاریخیں ہیں۔ قطعات فارسی اور اردو دونوں میں ہیں۔ سرورق پر نساخ کی تصانیف، زبان ریختہ، قطعہ منتخب، دفتر بے مثال، چشمۂ فیض، شاہد عشرت، سخن شعرا، مرغوب دل، اشعار نساخ، گنج تواریخ، قند پارسی، ارمغان، کنز تواریخ، انتخاب نقص، مظہر معما، ترانۂ خامہ، قرع الضالین، باغ فکر معروف بہ مقطعات نساخ اور سوانح عمری نساخ کے نام درج کی گئی ہیں۔ یہ دیوان ۳ صفر ۱۳۰۴ھ مطابق نومبر ۱۸۸۶ء میں مطبع نامی لکھنو سے شائع ہوا۔

۱۶۵۔ شیخ محمد جان شاد لکھنوی کے تیسرے دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۰۲ھ سال ترتیب برآمد ہوتا ہے۔ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ رسالہ شائع بھی ہوا یا نہیں۔ (کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات، جلد اول، ص ۵۹)

۱۶۶۔ ترانۂ خامہ نساخ کی اردو رباعیوں کا مجموعہ ہے۔ ''ترانۂ خامہ'' تاریخی نام ہے۔ جس سے ۱۳۰۲ھ سال تکمیل برآمد ہوتا ہے۔ اس کا ایک نام 'مرغوب جان' بھی ہے۔ یہ بھی تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۰۲ھ ہی برآمد ہوتے ہیں۔ اس مجموعہ میں ۱۵۱ رباعیاں شامل ہیں۔ ارمغان کی ۴۵ اور ''اشعار نساخ'' کی ۸ رباعیاں بھی اس مجموعہ میں شامل کر دی گئی ہیں۔ رباعیاں ردیف وار درج ہیں۔ (نساخ حیات و تصانیف، ص ۲۱۶-۲۱۸)

۱۶۷۔ یہ علامہ نیاز فتح پوری کا تاریخی نام ہے جس سے ان کا سال پیدائش ۱۳۰۲ھ برآمد ہوتا ہے۔

۱۶۸۔ یہ سید ضامن علی جلال کا قواعدِ تاریخ گوئی پر لکھے ہوئے رسالے کا تاریخی نام ہے جو مطبع جعفری لکھنؤ سے باہتمام مولوی مرزا محمد علی شائع ہوا۔ (نگار تاریخ نمبر ص ۱۳)

۱۶۹۔ باغ فکر عبدالغفور خان نساخ کے قطعات کا مجموعہ ہے۔ 'باغ فکر' تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۰۳ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ سال ترتیب کا سنہ ہے۔ اس کا ایک نام قطعات نساخ بھی ہے۔ باغ فکر پہلی مرتبہ رمضان ۱۳۰۴ھ مطابق جون ۱۸۸۷ء میں مطبع نامی لکھنو سے باہتمام ابوالحسنات قطب الدین احمد شائع ہوئی۔ اس مجموعے میں قطعات کے علاوہ بہت سے مطلع بھی ہیں۔ نساخ نے یہ مطالع صنعت توشیح میں کہے ہیں۔ جن کے مصرع اول، مصرع چہارم کو ملانے سے شعر بنتا ہے۔ اس طرح مصرع ہائے آخر قطعہ کو ملانے سے شعر بنتا ہے۔ اس قسم کے مطلعوں کی تعداد ۹۷ ہے۔ باغ فکر میں قطعات کی مجموعی تعداد ۱۳۱ ہے اس رسالے میں اشعار نساخ کے ۱۷ قطعے اور ارمغان، دیوان سوم، کے ۶ قطعے بھی شامل ہیں۔ یہ قطعات ردیف وار درج ہیں۔ (نساخ حیات تصانیف، ص ۲۲۳-۲۲۵)

۱۷۰۔ یہ محمد ذاکر علی ذاکر کے پہلے دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے سال ترتیب ۱۳۰۳ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ دیوان مطبع بہار ہند آگرہ سے ۱۳۰۴ھ میں شائع ہوا۔

۱۷۱۔ یہ مشتاق اکبر آبادی کا فن انشا پر لکھا گیا ایک رسالہ ہے جس میں مصنف نے فن تحریر کو سکھانے کے لیے مختلف طریقے اور تحریروں کے نمونے درج کر دیے ہیں تا کہ سیکھنے والوں کو آسانی رہے۔ مشتاق اکبر آبادی حاتم علی مہر کے شاگرد ہیں۔ ان کا یہ رسالہ مطبع الٰہی آگرہ سے ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا۔

۱۷۲۔ منشی امیر اللہ تسلیم نے ۱۲۹۷ھ میں تاریخ بدیع کے نام سے رام پور کی تاریخ کو منظوم کیا تھا۔ پھر بعد میں اس میں اضافے کیے۔ اس مثنوی میں تقریباً ساڑھے چار ہزار اشعار ہیں۔ مثنوی میں نواب علی محمد خان بانیِ ریاست رام پور سے نواب کلب علی خان کے عہد تک کے حالات کو منظوم کیا ہے۔ تفصیل دیکھیے: تاریخ بدیع ۱۲۹۷ھ

۱۷۳۔ ریاض صابر مرزا محمد قادر بخش صابر شاگرد حافظ عبدالرحمن احسان و امام بخش صہبائی کے اردو دیوان کا تاریخی نام ہے۔ جس سے سال تکمیل ۱۳۰۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ دیوان پہلی مرتبہ ۱۳۰۵ھ میں مطبع اخبار آصفی حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ دیوان کی ترتیب و تدوین ان کے عزیز شاگرد سید محمد سلطان عاقل نے کی۔

۱۷۴۔ منظور حق حضور احمد خان آثم کے نعتیہ دیوان کا تاریخی نام ہے۔ جس سے سال ترتیب ۱۳۰۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ دیوان مطبع نظامی کانپور سے ۱۳۰۶ھ میں شائع ہوا۔

۱۷۵۔ نصیحت مختصر سید شاہ محمد علیم الہ آبادی کی مختصر لغت کا تاریخی نام ہے جس سے سال تکمیل ۱۲۸۸ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ رسالہ ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۸ء میں مطبع البلاغ لکھنؤ سے شائع ہوا۔

۱۷۶۔ غنچۂ رمز منشی مرزا علی عالی کے مختصر اردو دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے سال تکمیل و اشاعت ۱۳۰۵ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اس دیوان کا پورا نام دیوان عالی معروف بہ غنچہء رمز معروف بہ دیوان عالی ہے۔ یہ دیوان ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۸ء میں مطبع مینائی لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اس میں ردیف وار غزلیں اور آخر میں قطعات تاریخ درج ہیں۔

۱۷۷۔ چمنستان گفتار معروف بہ دیوان خنجر شیخ محمد عبداللہ فاروقی متخلص بہ خنجر کے دیوان کا تاریخی نام ہے جو مطبع نظامی کانپور سے ۱۳۰۶ھ میں شائع ہوا۔

۱۷۸۔ یہ سید اقتدار احمد ساحر سہسوانی خلف سید آلِ محمد شاہ کا تاریخی نام ہے۔ آپ سہسوان ضلع بدایوں کے سادات کرام سے ہیں۔ ۱۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ عرصہ دراز تک دہلی، لکھنو، رامپور وغیرہ میں علم حاصل کرتے رہے۔ بعض کتابیں ڈپٹی نذیر احمد صاحب سے بھی پڑھیں۔ فن تاریخ گوئی میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ آپ کی تصانیف میں ملہم تاریخ جو فارسی ملخص تسلیم کا ترجمہ ہے دسمبر ۱۹۱۲ء میں شائع ہوئی۔ ''بتخانۂ ساحر عاشقانہ'' ان کے دیوان کا نام ہے۔ (خم خانہ جاوید، جلد چہارم، ص ۱۶)

۱۷۹۔ 'صنم خانہء عشق' امیر احمد امیر مینائی کے دوسرے دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے سال ترتیب ۱۳۰۶ھ برآمد ہوتا ہے۔

۱۸۰۔ نغمہ طرب مرزا افضل بیگ خان دہلوی کے واسوخت کا تاریخی نام ہے جس سے سال تصنیف ۱۳۰۶ھ برآمد ہوتا ہے۔ یہ تکمیل کی تاریخ بھی ہے اور اشاعت کی تاریخ بھی۔

۱۸۱۔ 'منظور علی' سید محمد عباس سریر خلف میر رستم علی کا تاریخی نام ہے۔ منظور علی ۱۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے سن شعور سے شعر گوئی کا ذوق تھا۔ آپ کے والد بھی شاعر تھے۔ آغاز سخن گوئی میں اپنا کلام شمشاد لکھنوی اور جلیل کو دکھاتے تھے۔ پھر شفق عماد پوری سے اصلاح لینے لگے۔ (خم خانہ جاوید، جلد چہارم، ص ۱۹۰)

۱۸۲۔ ارمغان احباب شیخ فدا علی عیش عرف اچھے صاحب کی اردو نثری تصنیف کا تاریخی نام ہے۔ جس سے سال تکمیل ۱۳۰۶ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اس کا ایک نام گلگشت عیش بھی ہے۔ یہ تقریباً سو صفحات پر مشتمل رسالہ ہے جس میں عیش نے مرزا رجب علی

بیگ سرور کے رنگ کو کامیابی کے ساتھ برتا ہے۔ ۱۹۰۹ء میں مطبع احمدی علی گڑھ میں طبع ہوئی۔

۱۸۳۔ محسن کاکوروی نے رسول اکرم ﷺ کی شان میں ایک نعتیہ قصیدہ لکھا تھا جو بہت مشہور ہوا۔ اس قصیدے کا پہلا شعر یہ ہے۔

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل   برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل

اس قصیدے پر متعدد شعرا نے تضمینیں لکھیں۔ منشی عبدالمجید سحر نے بھی اس پر تضمین لکھی۔ یہ تضمین سب تضمینوں میں عمدہ ہے۔ اس کا پہلا مخمس درج ذیل ہے۔

ہر صنم خانہ میں اس وقت خوشی کا ہے محل   ہر جگہ برج میں ہے دھوم سجے ہیں استل

پیشوائی کو ہوئی موج میں جمنا بیکل   سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل

برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل

محسن کے نعتیہ قصیدے کے کل شعر ۱۴۳ ہیں اور اتنے ہی مخمس منشی عبدالمجید سحر نے کہے ہیں۔ ''مدح پیغمبر'' تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۰۶ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ تضمین کلیات نعت مولوی محمد محسن میں محسن کاکوروی کے مذکورہ بالا قصیدہ موسوم بہ مدیح خیر المرسلین کے حاشیے میں شائع ہوا۔

۱۸۴۔ یہ مرزا قمر الدین خان راقم خلف اکبر خواجہ بدر الدین امان عرف خواجہ امان دہلوی، نبیرہء غالب کے اردو کلیات کا تاریخی نام ہے۔ نغمہء اردو سے معلوم ہوتا ہے کہ راقم نے اپنا کلیات ۱۳۰۶ھ میں مکمل کر لیا ہوگا لیکن اس سال کے بعد بھی وہ اس میں اضافے کرتے رہے۔ ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۹۷ء میں دیوان کی ترتیب کا آغاز کیا اور ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں دیوان مکمل ہو گیا۔ یہ دیوان ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں افضل المطابع دہلی سے شائع ہوا۔

۱۸۵۔ یہ حکیم فصیح الدین رنج وطبیب میرٹھی کے کلیات کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۰۷ھ برآمد ہوتے ہیں۔ رنج کے انتقال کے پانچ سال بعد ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۱ء میں مطبع ہاشمی پریس میرٹھ سے مصنف کے صاحبزادے حکیم محمد فخر الدین نے جارج پیش شور کی فرمائش پر طبع کرا کر شائع کیا۔ ۲۱ سطری سطر پر صفحات کی تعداد ۱۲۸ ہے (حکیم فصیح الدین رنج میرٹھی، از ڈاکٹر راحت ابرار، ص ۱۷) ہر صفحہ پر ۱۸ اشعار ہیں۔ صفحہ اول پر یہ عبارت درج ہے۔ ''حسب فرمائش جارج پیش شور صاحب بہادر تخلص شور، میرٹھ و تعلقہ دار، ہر چند پور در مطبع مطبع ہاشمی باہتمام محمد سراج طبع گردید'' ص ۲، ۳ پر ''دیباچہ از نیاز آگیں، کمترین خادم الاطہار محمد فخر الدین ابن حضرت مؤلف دیوان ہذا'' ہے۔ دیباچے میں ''سبب تالیف'' کے تحت لکھا گیا ہے کہ حکیم فصیح الدین رنج کے انتقال کے بعد مسٹر جارج پیش شور التخلص بہ شور اور منشی حکیم فصیح الدین احمد تحصیل دار کھیرا گڑھ ضلع آگرہ نے انھیں مرحوم کا کلام جمع اور شائع کرنے پر آمادہ کیا۔ چناں چہ ان کی فرمائش پر یہ مجموعہ مرتب ہوا اور اس کا تاریخی نام 'مخزن الفصاحت' رکھا گیا۔ (ایضاً، ص ۶۰) رنج کو کلام جمع کرنے کا شوق نہ تھا جو فرماتے تھے وہ لاپرواہی سے ڈال دیتے تھے۔ اس وجہ سے اکثر کلام تلف ہو گیا۔ انھیں پرچوں کو جمع کر کے بیٹے نے دیوان کو ترتیب دیا۔ ص ۴ سے دیوان شروع ہو جاتا ہے۔ پہلے ردیف وار غزلیات ہیں ''ی'' کا خاتمہ ص ۷۷ پر ہو جاتا ہے ص ۷۰ تا ۹۰ تک مخمسات اور مسدسات ہیں۔ ۹۲ سے ۹۹ تک سات قصائد ہیں۔ ۹۹ سے ایک طویل مثنوی ''مثنوی ہجرت نبوی'' شروع ہوتی ہے جو ص ۱۰۴ پر ختم ہو جاتی ہے۔ ص ۱۰۵ سے قطعات تاریخی شروع ہو جاتے ہیں۔ جن کی تعداد ۲۳ ہے جو ص ۱۱۵ پر ختم ہو جاتے ہیں۔ ص ۱۱۵ کے بعد تقریظات اور قطعات طبع دیوان شروع ہو جاتے ہیں۔ (ایضا، ص ۱۶۱)

۱۸۶۔ یہ شیخ محمد نثار علی نثار خلف شیخ محمد اسد علی امروہوی شاگرد مولوی محمد نذر اللہ ہاشمی کے دیوان کا تاریخی نام ہے۔ جس سے سال تکمیل ۱۳۰۷ھ برآمد ہوتا ہیں۔ یہ دیوان حسب فرمائش منشی محمد انتظام علی خان امروہیان، مطبع معلم شفیق حیدرآباد دکن سے ربیع الاول ۱۳۰۷ھ میں شائع ہوا۔ اس دیوان کی کتابت رحیم بخش امروہوی نے کی یہ دیوان نظیر پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔

۱۸۷۔ یہ نواب محمد احمد علی خان رونق خلف الصدق نواب امیر الدولہ امیر الملک محمد امیر خان بہادر شمشیر جنگ مورث اعلیٰ ریاست ٹونک کے دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے سال تکمیل واشاعت کا سال برآمد ہوتا ہے۔ یہ دیوان ۲۰ فروری ۱۸۹۰ء مطابق ۲۹ جمادی الثانی

۱۳۰۷ھ کو مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوا۔

۱۸۸۔ مخزن الفصاحت منشی عنایت اللہ عرف کالے خان متخلص بہ سفلی وعنایت شاگرد شیخ محمد زمان کے دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے سال ترتیب ۱۳۰۷ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اس کے مزید تاریخی نام یہ ہیں۔ 'مخزن الفصاحت'، 'ساغر ماہ'، 'سرور مذاق' ، 'استاد مذاق'، 'مرغوب جہاں'، 'تنویر خیال'، 'خط تفریح'، 'شربت دل کشا'، 'بضاعتِ دل'، 'خرقہء نمد پوش'، 'فریاد غیب' اور 'نظم نورانی'۔ اس دیوان کا پورا نام 'مخزن الفصاحت معروف بہ دیوان عنایت' ہے۔ یہ عنایت کا مزاحیہ دیوان ہے۔ آغاز میں مختصر سا دیباچہ ہے ص ۹ سے ردیف وار اردو غزلیات درج ہیں جو ص ۱۰۰ تک پھیلی ہوئی ہیں۔ غزلیات کے بعد سہرا، عنایت کی کہی ہوئی تاریخیں اور عنایت کی وفات کی دو تاریخیں درج ہیں۔ یہ دیوان عنایت کی وفات کے بعد ۱۳۰۷ھ میں ان کے برادر زادہ منشی امیر اللہ خاں نے ابوالعلائی سٹیم پریس آگرہ سے شائع کیا۔ جس میں تاریخیں بھی مزاحیہ کہی ہیں۔

۱۸۹۔ یہ منشی امیر اللہ تسلیم کی مثنوی ہے جس میں نواب مشتاق علی خان والیِ ریاست رام پور کے عہد حکومت اور عہد کونسل ایجنٹی کے حالات منظوم ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے اسے تاریخ کونسل ایجنسی بھی کہا جاتا ہے۔ 'تواریخ کامل' تاریخی نام ہے۔ جس سے ۱۳۰۸ھ برآمد ہوتے ہیں لیکن اس میں تسلیم نے ۱۳۰۸ھ کے بعد سال بھر اضافے کرتے رہے۔ آخری واقعہ ۳۱ مئی ۱۸۹۳ء مطابق ۱۳۱۰ھ کا منظوم ہوا ہے۔ اس مثنوی میں تقریباً ۳۰۹۶ اشعار ہیں۔

۱۹۰۔ یہ منشی انوار حسین تسلیم سہسوانی کی وفات پر کہی گئی تاریخوں کا مجموعہ ہے۔ جسے احمد شاہ بیگ جوہر مراد آبادی شاگرد تسلیم نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ جوہر نے یہ رسالہ راجہ کشن کمار وقار کے اصرار پر مرتب کیا۔ اس رسالے کی ترتیب میں جن اصحاب نے مدد کی ان میں مرزا انتظار بیگ کوثر، منشی شاکر حسین نکہت، احمد حسین بیگ تسخیر، فرید احمد صاحب وفا اہم نام ہیں۔ اس رسالے میں تسلیم سہسوانی کی وفات پر کہی گئی اردو، عربی، فارسی، بھاشا، ہندی اور انگریزی زبان میں تاریخوں کو جمع کیا گیا ہے۔ اس رسالے کی دوسری خوبی یہ ہے کہ تسلیم کی وفات کی نت نئے طریقوں اور صنعتوں میں تاریخوں کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ آغاز رسالہ میں رسالہ مرتب کرنے کی وجہ دوست احباب کا شکریہ اور پھر مختصر انداز میں تاریخ، تاریخ کی اقسام، حروف ابجد، ان میں اختلاف اور مسائل پر مختصر مگر جامع انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ ص ۷ سے ص ۳۹ تک تسلیم کی وفات کی تاریخیں ہیں ص ۳۹ سے ص ۴۰ تک رسالے کی طباعت کی تاریخیں ہیں۔ ص ۴۰ اور ۴۱ پر منشی ایس ابن علی اور قاضی سید عبدالعلی کی تقاریظ ہیں۔ سرورق پر رسالے کے کئی تاریخی نام درج ہیں۔ ان میں 'تحریر ماتم' (۱۲۹۹ف) 'رشحات غم' (۱۹۴۹ سمت) 'تصویر طوفان غم' (۱۸۹۲ء) 'صمصام غم' (۱۳۰۹ھ) اور 'تاریخ محن' (۱۳۰۹ھ) بھی لکھے گئے ہیں۔ یہ رسالہ اکتوبر ۱۸۹۳ء ربیع الاول ۱۳۱۱ھ میں ایس ابن علی منیجر اخبار نیر اعظم مراد آباد کے مطبع میں شائع ہوا۔

۱۹۱۔ بابو مول چند احقر نے کلام مستورات ماہ جبیں کے نام سے خواتین شاعرات کا کلام جمع کیا۔ یہ تاریخی نام ہے جس سے سال ترتیب ۱۳۰۹ھ برآمد ہوتا ہے۔ اس کا دوسرا نام 'نشاط افزا' بھی ہے۔ یہ تذکرہ مطبع افتخار دہلی سے ۱۸۹۶ء میں شائع ہوا۔

۱۹۲۔ نغمہء آرزو سید تجمل حسین تجمل کے دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے سال تکمیل ۱۳۰۹ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ دیوان مطبع نظامی کانپور سے مئی ۱۸۹۹ء مطابق ۱۷۔۱۸۱۶ء میں شائع ہوا۔

۱۹۳۔ یہ منشی محمد احسان علی احسان شاہ جہاں پوری کے اردو دیوان کا تاریخی نام ہے۔ جس سے ۱۳۱۰ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اس دیوان کا ایک نام جلوۂ کمال بھی ہے۔ دیوان میں بہ حروف تہجی ردیف وار غزلیات درج ہیں۔ ہر غزل پر نمبر شمار اور اشعار کی تعداد درج ہے۔ دیوان میں غزلیات کی کل تعداد ۳۰۳ ہے۔ ص ۲۲۸ سے متفرقات درج ہیں جن میں خمسے، رباعیات، قصیدہ در مدح نواب شیخ حسین میاں بہادر والیِ ریاست بندر مگرول کاٹھیاواڑ اور تاریخی قطعات درج ہیں۔ دیوان کے کل صفحات کی تعداد ۲۸۴ ہے۔ ص ۲۸۲ پر دستور العمل مصنف کا عنوان درج ہے جس میں مصنف نے جس انداز میں مختلف لفظوں کو استعمال کیا ہے ان کا اندراج ہے۔ یہ دیوان ۱۳۱۰ھ میں مطبع سراجیہ شاہ جہاں پور سے شائع ہوا۔

۱۹۴۔ انشائے نظم اردو مثنوی ہے جس کا نام دلبر حسن بھی رکھا ہے۔اس کے مصنف مرزا داؤ بیگ مرزا شاگرد منشی کھنولال تائب دہلوی ہیں۔ یہ سر جن لشکر نظام محبوب حیدر آباد دکن رہے۔ یہ مثنوی انھوں نے استاد کے کہنے پر لکھی ہے۔اس مثنوی میں انھوں نے حیدر آباد اور امرائے حیدر آباد کا حال رقم کیا ہے۔اس کے علاوہ یہ کہ شاعر نے مختلف صنعتوں مثلاً صنعت تحت النقاط، صفت فوق النقاط، صنعت واصل الشفتین، صنعت واسع الشفتین، صنعت غیر منقوط وغیرہ میں یہ نظم لکھی ہے اور اس مین اپنے جوہر کمال دکھائے ہیں۔ یہ نظم ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں مطبع انور محمدی سے شائع ہوئی۔اس نظم سے پہلے شاعر کے تین دیوان دفتر حسن، خنجر حسن اور پیکر حسن بھی شائع ہو چکے تھے۔

۱۹۵۔ یہ نواب علی رضوان رئیس اعظم مراد آباد کے اردو دیوان کا تاریخی نام ہے۔جو ۱۳۱۰ھ میں شائع ہوا۔

۱۹۶۔ یہ محسن کاکوروی کی مثنوی ہے جس میں روز محشر کا حال، اس وقت کی نفسا نفسی اور رسول اکرم ﷺ کی شفاعت کا حال منظوم ہوا ہے۔ 'شفاعت ونجات' تاریخی نام ہے۔جس سے ۱۳۱۱ھ برآمد ہوتے ہیں۔اس کا ایک اور تاریخی نام ''اسرا معانی در عشق'' بھی ہے لیکن اس سے (۴۶۲+۱۷۱+۲۰۴+۴۰۷)۱۳۰۷ھ برآمد ہوتے ہیں۔ممکن ہے یہ مثنوی ۱۳۰۷ھ میں مکمل ہوئی ہو یا تاریخی نام نقل کرنے میں کاتب سے غلطی ہوئی ہو۔ یہ مثنوی مختلف عنوانات کے تحت درج ہوئی ہے۔اہم بات یہ ہے کہ ہر عنوان کا نام تاریخی ہے۔جس سے ۱۳۱۱ھ ہی برآمد ہوتے ہیں۔عنوانات درج کیے جاتے ہیں: 'شرح حال روز قیامت' (۱۳۱۱ھ)، 'حشر وحشت افزا' (۱۳۱۱)، 'طلب دعائے خیر نفوس قدسیہ' (۱۳۱۱)، 'نعت منبع الطاف احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم' (۱۳۱۱)، 'شفاعت شفیع' (۱۳۱۱)، 'خزانہء رحمت' (۱۳۱۱)، 'شفاعت مکرر' (۱۳۱۱)، 'چشم داشت دعائے مقبول' (انشاء اللہ) (۱۳۱۱)۔

۱۹۷۔ معیار نظم میر علی حسن اشک کے دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے سال تکمیل ۱۳۱۱ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ دیوان مطبع سیدی حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔

۱۹۸۔کارستان فصاحت مرزا مسیتا بیگ منتہی کے دیوان کا تاریخی نام ہے جسے میر خیرات علی خان سخی شاگرد منتہی نے درست مرتب کیا اور سید رستم علی تاجران کتب شہر امروہہ نے مطبع یوسفی دہلی سے شائع کرایا۔

۱۹۹۔ یہ محمد عمر جنون شاگرد جلال کے اردو دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۱۱ھ سال ترتیب دیوان برآمد ہوتا ہے۔اس کا ایک نام 'دیوان خیال جاناں' بھی ہے۔آغاز میں دیباچہ ہے جس میں مصنف کے حالات کو کلام مختصر جائزہ ہے۔ص ۳۳ پر پھر سرورق ہے اور اگلے صفحے سے دیوان کا آغاز ہوتا ہے۔آغاز میں قصیدہ ہے۔ص۲۶ سے غزلیات کا آغاز ہوتا ہے۔غزلیات کا اندراج بحروف تہجی ردیف وار ہے۔ص ۲۱۸ تک غزلیات ہیں۔اس صفحے سے خمسہ نعتیہ بر غزل قدسی، سلام اور دیوان کی ترتیب واشاعت کے قطعات تاریخ ہیں۔ دیوان کے کل صفحات کی تعداد ۲۳۷ ہے۔ یہ دیوان ۱۳۱۴ھ میں مطبع مفید عام آگرہ سے شائع ہوا۔

۲۰۰۔ یہ محمد وارث علی مذیب متوطن اکبر آباد کے اردو دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۱۲ھ سال ترتیب برآمد ہوتا ہے۔اس کا ایک نام دیوان مذیب بھی ہے۔ یہ دیوان ۱۳۱۲ھ میں مطبع ستارہ ہند آگرہ سے شائع ہوا۔

۲۰۱۔سفر نامۂ خسروی امیر اللہ تسلیم کی اردو مثنوی کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۱۲ھ برآمد ہوتے ہیں۔اس میں نواب حامد علی خان کے سفر یورپ کے حالات نظم ہوئے ہیں۔نواب حامد علی خان نے ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء میں سفر یورپ کے لیے روانہ ہوئے۔ سفر نامہ کی تاریخ اسی تاریخ سے شروع ہوتی ہے۔سفر کے حالات اخبار پانیر کے ایڈیٹر رتن ناتھ آزاد نے انھیں لکھ کر بھیج دیتے تھے۔اِنھیں حالات کو تسلیم منظوم کر دیتے تھے۔جب نواب سفر سے واپس آئے تو یہ منظوم سفر نامہ ان ی خدمت میں پیش کیا۔اسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے۔حسرت موہانی اور ڈاکٹر فضل امام کے مطابق اس میں ساڑھے پچیس ہزار اشعار تھے۔ یہ سفر نامہ چوری ہو گیا تھا۔تسلیم نے اسے از سر نو منظوم کیا۔دیکھیے: (اردو مثنوی شمالی ہند میں، جلد دوم ص ۲۳۳۔۲۳۱)

۲۰۲۔ 'ارمغان جدید'، مرزا مرتضیٰ حسین وصال لکھنوی کی داستان، داستان زبرجد نگاہ کا تاریخی نام ہے۔جس سے ۱۳۱۳ھ برآمد ہوتے

ہیں۔اس داستان کا ایک تاریخی نام 'مرات الخیال' ۱۳۱۳ھ بھی ہے۔ یہ داستان ایرج نامہ سے متعلق ہے۔دیکھیے: (اردو کی نثری داستانیں، ص ۵۰۴)

۲۰۳۔ 'ساغر مے' تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۱۳ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ محمد مرتضیٰ خان وصل رئیس قصبہ ملیح آباد کا اردو دیوان ہے۔آغاز میں چار صفحات پر مشتمل مختصر دیباچہ ہے۔جس میں اپنے آباؤاجداد، اپنے حالات اور شاعری پر مختصر اظہار خیال کیا ہے۔اس دیوان کا ایک اور نام 'گلشن وصل' بھی ہے یہ نام بھی سرورق پر تحریر ہے۔جس ۵ سے ۷ تک قصیدہ ہے ص ۸ سے ص ۹۱ تک ردیف وار غزلیات درج ہیں۔ص ۹۳۔ ۹۲ تک خمسہ بر غزل ناسخ ہے۔ص ۹۶۔ ۹۴ تک تاریخیں درج ہیں۔ یہ دیوان پہلی بار مطبع مظہر العلوم لکھنؤ سے باہتمام محمد مظہر حسین مئی ۱۸۹۶ء میں شائع ہوا۔

۲۰۴۔ مراۃ الخیال، ارمغان جدید دونوں مولوی محمد عبدالرحمٰن راسخ کے اردو دیوان کے تاریخی نام ہیں۔جس سے سال تکمیل ۱۳۱۳ھ برآمد ہوتا ہے۔دیوان میں موجود تقریباً تمام تاریخیں اور دیوان کے تاریخی نام 'ارمغان جدید'' اور ''مراۃ الخیال'' سے ۱۳۱۳ھ متخرج ہوتے ہیں لیکن دیوان کے شائع ہونے کی تاریخ خاتمۃ الطبع میں ستمبر ۱۸۹۶ء مرقوم ہے جو ۱۳۱۴ھ کے مطابق ہے لہٰذا دیوان ۱۳۱۴ھ ہی میں مطبع افضل المطابع دہلی سے طبع ہوا جیسا کہ داغ کی تاریخ سے ثابت ہوتا ہے۔

۲۰۵۔ مرات الخیال عبدالحی بے خود بدایونی کے دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے سال ترتیب ۱۳۱۳ھ برآمد ہوتا ہے۔ بے خود نے ملازمت سے ۱۳۰۹ھ میں مستعفی ہونے کے بعد انھوں نے اپنا کلام جمع کیا اور ۱۳۰۳ھ میں اسے ترتیب دے لیا لیکن چھپنے کی نوبت نہ آئی۔کلیات میں شمشاد لکھنوی کا قطعہ تاریخ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے خود نے اپنا کلام ۱۳۱۰ھ میں ترتیب دے دیا تھا۔(کلام بے خود ص ۶۷) لیکن بے خود کے تاریخی نام مراۃ الخیال سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ اس میں ۱۳۱۳ھ تک اضافے کرتے رہے لیکن پھر بھی شائع ہونے کی نوبت نہ آئی۔آخر کار ۱۳۲۸ھ میں مطبع مستنصر پریس دہلی سے باہتمام سید مستنصر علی شائع ہوا۔بے خود نے دیوان کا تاریخی نام ''میخانہ بے خود'' رکھا جس سے ۱۳۲۸ھ برآمد ہوتے ہیں۔آغاز میں بے خود کے حالات ہیں جس میں بے خود اور دیگر شعرا کی کہی ہوئی تاریخیں ہیں۔پھر ص ۲۲۷ تک غزلیات مخمس بر غزل فاضل بریلوی اور آخر میں تیرہ صفحات پر مشتمل مثنوی ہے۔

۲۰۶۔ یہ سید مہدی حسین ماہر کے دیوان کا تاریخی نام ہے۔ یہ دیوان ۱۳۱۳ھ میں مطبع دبدبہ احمدی لکھنؤ سے شائع ہوا۔اس میں ماہر کی ردیف وار غزلیں درج ہیں۔

۲۰۷۔ یہ شاہ نصیر دہلوی کے اردو دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۱۴ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یہ دیوان شاہ نصیر کی وفات کے بعد ۱۳۱۴ھ میں مطبع فخری نظامی سے شائع ہوا۔

۲۰۸۔ یہ مولوی منظور احمد صدیقی امروہوی کا تاریخی نام ہے۔ ۱۳۱۴ھ میں امروہہ میں پیدا ہوئے۔دس سال تک امروہہ کے پرائمری سکول میں ہیڈ مسٹری کی خدمات انجام دیں۔۱۹۲۷ء (۱۳۴۶ھ) میں کراچی چلے آئے اور سکول بورڈ کراچی میں ملازم رہے۔آپ غزلیات میں افسر اور نظمیات میں صدیقی تخلص کرتے تھے۔حضرت مضطر فیر آبادی کی شاگردی اختیار کی۔ پھر منشی احمد علی شوق کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔آپ کی تصنیفات میں دیوان دوم برق تجلیات، مجموعۂ رباعیات، مجموعہ کلام، ۱۹۲۴ء لغات ۱۹۲۹ درسی کتابیں بھی تصنیف کیں۔(خم خانۂ جاوید، جلد پنجم، ص ۲۸۷) دیوان اول نوشتہ بے مثال، مجموعہ نظمیات تذکرہ شعرائے امروہہ اور دوسرے رسائل متعلقہ مصحفی بھی ان کی تالیفات سے بتائے جاتے ہیں۔آپ ایک تذکرہ فروغ وطن کے نام سے بھی مرتب کر رہے تھے۔لیکن وہ شائع نہ ہوسکا۔

۲۰۹۔ یہ سید شاہ محمد اکبر کے اردو دیوان کا تاریخی نام ہے۔ دیوان کی تکمیل ۱۳۱۴ھ میں ہوئی۔اور اس کی اشاعت ۱۳۱۰ھ میں ہوئی۔دیکھیے: (تجلیات عشق، ص ۴۹۸) دیوان کا تاریخی نام ریاض ہلال اکبر آبادی کا رکھا ہوا ہے۔اس دیوان میں ردیف وار غزلیں، خمسے، تضمینات، مسدس (تنویر مشرق] ۱۳۰۶ھ] بہ جواب آفتاب قیامت) قطعات اور رباعیاں شامل ہیں۔

۲۱۰۔چمنستانِ سخن معروف بہ دیوانِ صادق، شیخ صادق علی صادق اکبر آبادی کے دیوان کا تاریخی نام ہے جو مطبع لامع النور آگرہ سے ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا۔

۲۱۱۔ نغمہء مسلسل منشی امیر اللہ تسلیم کی اردو مثنوی کا تاریخی نام ہے۔جس سے ۱۳۱۵ھ برآمد ہوتے ہیں۔اس کا دوسرا نام 'گوہر انتخاب' بھی ہے۔ڈاکٹر گیان چند نے اس نام کو بھی تاریخی بتایا ہے(اردو مثنوی شمالی ہند میں، جلد دوم ص ۲۳۳) لیکن اس نام سے (۲۳۱+۱۰۵۴) ۱۲۸۵ھ برآمد ہوتے ہیں جو کہ درست نہیں۔نغمہء مسلسل میں شہر منگرول کی تاریخ اور وہاں کے فرماں روا نواب محمد حسین کی توصیف نظم ہوئی ہے۔ ۱۳۱۵ھ میں نواب کی شادی ہوئی لہٰذا اس واقعے کو تفصیل سے مثنوی میں نظم کیا گیا ہے۔شروع شروع میں نغمۂ مسلسل اور گوہر انتخاب کو دو علیحدہ مثنوی خیال کیا جاتا تھا لیکن بعد کی تحقیقات نے اسے غلط ثابت کیا۔ڈاکٹر فضل امام نے ۱۹۷۶ء میں اسے مقدمے کے ساتھ مرتب کر کے شائع کر دیا ہے۔(اردو مثنوی شمالی ہند میں،جلد دوم،ص ۲۳۴۔۲۳۳)

۲۱۲۔مظہر معانی میر مہدی حسین مجروح کے دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے دیوان کے سال ترتیب واشاعت کا سال برآمد ہوتا ہے۔ یہ دیوان پہلی مرتبہ جولائی ۱۸۹۹ء مطابق ربیع الاول ۱۳۱۶ھ میں شائع ہوا۔دیوان کے آغاز میں مجروح کا تحریر کردہ مختصر دیباچہ ہے۔سبب تالیف میں کہتے ہیں کہ غدر سے قبل شعرا کی محفلیں لگتی تھیں میں بھی ان محفلوں میں شریک ہوتا تھا۔غدر کے بعد ساری محفلیں اجڑ گئیں۔ بعد میں آہستہ آہستہ پھر محفلیں جمنے لگیں۔لوگ غزلوں کی فرمائشیں کرتے۔دوستوں نے دیوان چھپوانے کی فرمائش کی۔ میرے دوست میر افضل علی عرف میرن نے چند ماہ میں بکھرا ہوا کلام اکٹھا کر کے چھپوا دیا۔دیباچے کے بعد نعت،مثنوی در مناقب حسینؓ،قصیدہ در مناقب امام مہدی،مہاراجہ شیودان سنگھ والی الور اور نواب محمد حامد علی خان والی رامپور کی مدح میں قصیدے،اس کے بعد ردیف وار اردو غزلیں،مختلف شعرا کی غزلوں پر کہے گئے خمسے،ترجیع بند در وفات غالب،مناقب حضرت علیؓ،رباعیات،رباعی مستزاد،قطعات عرض دعائیہ با امام وقت۔مجروح کی کہی ہوئی تاریخیں،دیوان کی تقریظیں اور تاریخیں ہیں۔مجروح کا یہ دیوان جولائی ۱۸۹۹ء مطابق ربیع الاول ۱۳۱۶ھ سرفراز پریس دہلی سے باہتمام قربان علی شائع ہوا۔

۲۱۳۔ساغر نو خواجہ ولایت علی خان سرور کی مثنوی کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۱۷ھ برآمد ہوتے ہیں۔مثنوی کا اصل نام یوسف زلیخا ہے۔اس میں یوسف زلیخا کا قصہ نظم ہوا ہے۔مثنوی ۵۱ صفحات پر مشتمل ہے۔یہ مثنوی ربیع الاول ۱۳۱۷ھ مطابق جولائی ۱۸۹۹ء میں مطبع نامی لکھنؤ سے شائع ہوئی۔(دیکھیے:دبستان آتش،ص ۱۳۱،مثنوی نگاری،ص ۳۰۵)

۲۱۴۔ یہ سید شجاع الدین حسین امراؤ مرزا انور دہلوی کے اردو دیوان کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۱۷ھ سال اشاعت برآمد ہوتا ہے۔ یہ دیوان ۱۳۱۷ھ،۱۸۹۹ء میں مطبع رفاہ عام لاہور سے شائع ہوا۔

۲۱۵۔ یہ ضمیر الدین احمد عرش گیاوی کے اردو کلیات کا تاریخی نام ہے جس سے سال ترتیب ۱۳۱۷ھ برآمد ہوتا ہے۔یہ کلیات رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں کاظمی پریس جون پور سے شائع ہوا۔یہ ضمیر الدین احمد عرش گیاوی شاگرد شمشاد لکھنوی کے کلیات کی ترتیب کی تاریخ ہے۔عرش گیاوی نے اپنے اس دیوان کی تفصیل حیات تسلیم میں لکھی ہے۔یہ عرش کا دوسرا دیوان ہے۔اس میں شامل تمام کلام امیر اللہ تسلیم کا اصلاح کیا ہوا شامل تھا۔عرش کا پہلا دیوان موسوم بہ فکر عرش داغ کے رنگ میں لکھا تھا جسے عرش نے فائز بنارسی اور دوسرے شعرا کی صحبت میں ترتیب دیا تھا لیکن اسے کسی بنا پر جلا ڈالا تھا۔دیکھیے:(حیات تسلیم،ص ۴۷)۔اس کا تاریخی نام ''نظم نو نگار'' ہے جس سے ۱۳۱۷ھ برآمد ہوتے ہیں۔آغاز میں حافظ ولایت اللہ امیر شاہ جہاں پوری شاگرد عرش کا مختصر دیباچہ ہے جس میں عرش کے مختصر حالات اور کلام پر روشنی ڈالی ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلیات امیرؔ نے عرش کی زندگی ہی میں مرتب کیا۔ص ۱۰ سے متروکات مصنف کی فہرست ہے۔ص ۱۵ پر قصیدہ در نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔کلیات میں ردیف وار غزلیات درج ہیں لیکن ہر غزل کے سامنے بعض حروف تہجی مثلاً ق،م،ح درج ہیں۔حرف ق سے مراد یہ ہے کہ یہ غزل قدیم ہے اور اہل لکھنو،ناسخ،منیر

ورشک وغیرہ کے انداز میں کہی گئی ہیں جن غزلوں کے آگے حرف م درج ہے اس سے مراد ہے کہ یہ غزل متوسط دور کی ہیں اور اکثر دلی والوں کی مضمون آفرینی کی جھلک موجود ہے اور حرف ح والی غزلیں زمانۂ حال میں کہی گئی ہیں۔ص ۱۶ سے متفرقات درج ہیں جن میں غزل، فرد، ترکیب بند، سجع، سلام، مسدس، خمسہ، قطع رباعیات وغیرہ ہیں۔ص ۱۴۸ سے تیر و نشتر کے نام سے عنوان ہے جس میں میر، مومن اور غالب کی تقلید میں کہا ہوا کلام درج ہیں۔ص ۱۶۹ سے عرش کی تاریخیں اور ص ۱۷۶ سے دیوان کی ترتیب کی تاریخیں اور تقریظیں ہیں۔ یہ دیوان کاظمی پریس جون پور سے رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں باہتمام کاظم حسین مالک مطبع کاظمی پریس شائع ہوا۔

۲۱۶۔نظم خوش آب راجہ عنایت سنگھ عنایت رئیس لکھنؤ تعلقہ دار بریلی کے دیوان کا تاریخی نام ہے۔جو مطبع اعجاز محمدی لکھنؤ سے ۱۸۹۹ء میں شائع ہوا۔

۲۱۷۔پری خانہء محبت منشی ریاض الدین احمد فدا کے دیوان کا تاریخی نام ہے۔یہ دیوان ۱۸۴۷ء میں مطبع افضل المطابع دہلی سے شائع ہوا۔

فہرست اسناد محولہ:

۱۔ ابرار، ڈاکٹر راحت، ۱۹۹۹ء، حکیم فصیح الدین رنج میرٹھی، ناشر مصنف، علی گڑھ
۲۔ احقر، بابو مول چند، ۱۸۹۶ھ، کلام مستورات ماہ جبیں، مطبع افتخار دہلی،
۳۔ احقر، حافظ کریم بخش، ۱۲۹۴ھ، ترجمان عصمت، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ
۴۔ ______، ۱۲۹۸ھ، ترجمان عصمت، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ
۵۔ احمد علی، منشی، ۱۲۶۶ھ، دستور النصیحت، مطبع مصطفائی، کانپور
۶۔ احمد آبادی، عبدالرزاق چشتی بہار، ۱۳۴۰ھ، کلیات بہار، مطبع ابوالعلائی، آگرہ
۷۔ احمد، کریم الدین، ۱۹۸۲ء، امیر مینائی اور ان کے تلامذہ، آئینہء ادب، لاہور
۸۔ اختر، واجد علی شاہ، ۱۲۹۶ھ، ملک اختر، مطبع سلطانی، کلکتہ
۹۔ اختر، واجد علی شاہ، ۱۲۹۴ھ، جوہر عروض، مطبع سلطانی، کلکتہ
۱۰۔ اختر، واجد علی شاہ، ۱۲۹۶ھ، نظم شہ، مطبع سلطانی، کلکتہ
۱۱۔ ادیب، سید مسعود حسن رضوی، ۱۹۷۷ء، واجد علی شاہ (ایک تاریخی مرقع)، آل انڈیا میر اکاڈمی، لکھنؤ
۱۲۔ ادیب، سید مسعود حسن رضوی، ۱۹۵۷ء، لکھنؤ کا شاہی اسٹیج، تنظیم پریس، لکھنؤ
۱۳۔ اسیر، مظفر علی، ۱۲۷۰ھ، درۃ التاج، مطبع سلطانی، کلکتہ
۱۴۔ اشک، میر علی حسن، ۱۸۹۳ء، معیار نظم، مطبع سیدی حیدر آباد، دکن
۱۵۔ اکبر آبادی، مشتاق، ۱۸۸۶ء، حدیقۃ النثر معروف بہ انشائے تہذیب الاخلاق، مطبع الٰہی، آگرہ
۱۶۔ اکبر، شاہ محمد، ۱۳۱۶ھ، تجلیات عشق معروف بہ دیوان اکبر، مطبع شوکت شاہجہانی، آگرہ
۱۷۔ اکبر آبادی، شیخ صادق علی صادق، ۱۸۶۷ء، دیوان صادق، مطبع لامع النور، آگرہ
۱۸۔ الہ آبادی، سید شاہ محمد علیم، ۱۸۸۸ء، نصیحت مختصر، مطبع البلاغ لکھنؤ
۱۹۔ الم، میر مہدی حسین رضوی، ۱۳۱۳ھ، گلبن تاریخ، مطبع فخر نظامی، حیدر آباد دکن
۲۰۔ امانت، آغا حسن، ۱۳۲۰ھ، دیوان امانت المعروف خزائن الفصاحت، مطبع انوار محمدی
۲۱۔ امانت، آغا حسن، ۱۲۸۵ھ، دیوان امانت المعروف خزائن الفصاحت، مطبع منشی درگا پرشاد
۲۲۔ امجد، شیخ ریاض الدین، ۱۸۶۰ء، سیر شہر دہلی موسوم بہ سرور ریاض، مطبع حیدری، آگرہ

۲۳۔ انجم، ڈاکٹر جلال، ۱۹۸۷ء، قلق میرٹھی۔حیات اور کارنامے، فیضی پبلی کیشنز، دہلی۔۶

۲۴۔ انور دہلوی، مرزا، ۱۳۱۷ھ، دیوان انور، مطبع رفاہ عام، لاہور

۲۵۔ انور، سید شجاع الدین حسین معروف امراؤ مرزا، ۱۸۹۹ء، نظم دل فروز معروف بہ دیوان انور، مطبع رفاہ عام، لاہور

۲۶۔ اوج، مرزا محمد جعفر، ۱۳۰۵ھ، مقیاس الاشعار معروف بہ ارمغان، مطبع جعفری

۲۷۔ آثم، حضور احمد خان، ۱۳۰۶ھ، منظور حق، مطبع نظامی، کانپور

۲۸۔ آزاد، محمد حسین، ۲۰۰۶ء، آب حیات، مرتبہ ابرار عبدالسلام، شعبہ اردو بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

۲۹۔ آہ، ممتاز علی، ۱۹۴۱ء، امیر مینائی، ادبی پریس لکھنؤ

۳۰۔ بادشاہ محل، نواب، ۱۸۹۱ء، بیاض عشاق، مطبع نامی، لکھنؤ

۳۱۔ باطن، قطب الدین، ۱۸۷۵ء، گلستان بے خزاں معروف بہ نغمہ عندلیب، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ

۳۲۔ بحر، امداد علی، ۱۲۸۵ھ، ریاض البحر، مطبع مصطفائی

۳۳۔ بدایونی، محمد عبدالحی صفا، ۱۲۹۸ھ، شمیم سخن، بدایونی محمد عبدالحی صفا، امداد الہند عین الاخبار مراد آباد

۳۴۔ بدایونی، محمد عبدالحی صفا، ۱۲۸۹ھ، شمیم سخن، مطبع امداد الہند و عین الاخبار، مراد آباد

۳۵۔ بدایونی، محمد عبدالحی صفا، ۱۸۹۱ء، شمیم سخن، بدایونی محمد عبدالحی صفا، منشی نول کشور، لکھنؤ، بار دوم

۳۶۔ بدایونی، عبدالحی بے خود، ۱۳۲۸ھ، کلام بے خود بدایونی، مطبع مستنصر پریس دہلی

۳۷۔ بلگرامی، سید غلام حسین قدر، ۱۸۹۱ء، کلیات قدر، مطبع مفید عام، آگرہ

۳۸۔ بلگرامی، سید فرزند احمد صغیر، ۱۸۸۵ء، جلوۂ خضر، جلد اول و دوم، مطبع نور الانوار، آرہ

۳۹۔ بہادر، سید فضل رسول خان، ۱۲۸۷ھ، دیوان واسطی، مطبع نامی منشی نول کشور

۴۰۔ بیگ، مرزا رحیم، ۱۸۷۶ء، عشرت کدہ ابراہیم، مطبع چشمہ فیض میرٹھ

۴۱۔ بے خود، وحید الدین احمد، ۱۹۱۶ء، گفتار بے خود، دلی پرنٹنگ ورکس، دلی

۴۲۔ بے خود، وحید الدین احمد، ۱۹۳۸ء، گفتار بے خود، علی گڑھ برقی پریس، دہلی

۴۳۔ پرشاد، درگا، ۱۸۷۹ء، خزینۃ العلوم فی متعلقات المنظوم، مطبع مفید عام، لاہور

۴۴۔ پرشاد، منشی دیبی، ۱۸۸۵ء، آثار الشعرائے ہنود، مطبع رضوی، دہلی

۴۵۔ تجمل حسین، ڈاکٹر، ۱۸۹۱ء، دیوان تجمل، مطبع نظامی، کانپور

۴۶۔ تسلیم، منشی امیر اللہ، ۱۲۸۹ھ، کلیات امیر اللہ تسلیم، منشی نول کشور

۴۷۔ تسلیم، منشی رام سہائے، س۔ن، نغمہ بہار، م۔ن

۴۸۔ جعفری، سید قمقام حسین، ۱۹۷۴ء، تحقیقی نوادر، باب الاسلام پرنٹنگ پریس، کراچی

۴۹۔ جلیل، سید عبدالجلیل، ۱۲۹۵ھ، تواریخ عزا، مطبع نور الانوار آرہ

۵۰۔ جنوں، مولوی محمد عمر، ۱۳۱۴ھ، دیوان خیان جاناں موسوم بہ ریاض فکر، مطبع مفید عام، آگرہ

۵۱۔ جوہر، مرزا احمد شاہ بیگ (مرتب)، ۱۸۹۳ء، مددگار غم معروف بہ تاریخ محن، ایس ابن علی، اخبار نیر اعظم، مراد آباد

۵۲۔ جین، ڈاکٹر گیان چند، ۱۹۷۱ء، اردو کی نثری داستانیں، انجمن ترقی اردو، کراچی

۵۳۔ جین، ڈاکٹر گیان چند، ۱۹۸۷ء، اردو مثنوی شمالی ہند میں جلد اول و دوم، انجمن ترقی اردو، نئی دہلی

۵۴۔ حسن، ڈاکٹر محمد، جنوری اپریل، ۱۹۴۰ء، تذکرۂ طبقات سخن، (تلخیص)، ہماری زبان علی گڑھ

۵۵۔ حسین، ڈاکٹر سید سلیمان، ۱۹۷۳ء، لکھنؤ کے چند نامور شعرا، سرفراز قومی پریس، لکھنؤ

۵۶۔ حیدرآبادی، میر محمد حسین، ۱۲۸۵ھ، مساوی الاعداد، فیض عام پریس حیدرآباد دکن

۵۷۔ حیدری، ڈاکٹر اکبر، ۱۹۷۴ء، تحقیقی نوادر، اردو پبلشرز، لکھنؤ

۵۸۔ خان، اکبر علی (ایڈیٹر)، جولائی ۱۹۶۳ء، نگار تاریخ نمبر، رامپور

۵۹۔ خان، راجہ محمد امیر حسن، ۱۳۲۰ھ، کلیات سحر، باہتمام محمد مرزا، محمود آباد

۶۰۔ خان، سید محمد جعفر علی، س۔ن، دفتر تاریخ تتمہ دوم، مطبع الامن پریس، فرخ آباد

۶۱۔ خان، کاظم علی، ۱۹۸۳ء، ادبی مقالے، نامی پریس، لکھنؤ

۶۲۔ خان، نواب حیدر علی، ۱۲۸۹ھ، جادہء تسخیر، مطبع منشی نول کشور

۶۳۔ خان، نواب حیدر علی، (مؤلف) ۱۹۹۰ء، تواریخ نادر العصر، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

۶۴۔ خان، نواب کلب علی، ۱۲۹۳ھ، نشید خسروانی، مطبع تاج المطابع، رامپور

۶۵۔ خان، نواب کلب علی خان، ۱۲۹۵ھ، درۃ الانتخاب، مطبع تاج المطابع، رامپور

۶۶۔ خان، نواب کلب علی خان، ۱۲۹۵ھ، دستنبوئے خاقانی، مطبع تاج المطابع، رامپور

۶۷۔ خان، نواب کلب علی خان،، ۱۲۹۷ھ، توقیع سخن، مطبع تاج المطابع، رامپور

۶۸۔ خنجر، عبداللہ فاروقی، ۱۳۰۶ھ، چمنستان گفتار المشتہر بہ دیوان خنجر، مطبع نظامی، کانپور

۶۹۔ خواجہ، مشفق، ۱۹۷۹ء، جائزہ مخطوطات اردو، مرکزی اردو بورڈ، لاہور

۷۰۔ دہلوی، سید فخر الدین حسین خان، ۱۲۸۱ھ، سروش سخن، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ

۷۱۔ دہلوی، سید شجاع الدین حسین مرزا امراؤ انور، ۱۸۹۹ء، نظم دل افروز، مطبع رفاہ عام، لاہور

۷۲۔ دہلوی، مولوی عبدالرحمن راسخ، ۱۸۹۶ء، دیوان راسخ معروف بہ مراۃ الخیال، افضل المطابع، دہلی

۷۳۔ دہلوی، محمد ظہور، ۱۳۰۰ھ، دیوان ظہور، مطبع محب کشور ہند، میرٹھ

۷۴۔ دہلوی، مرزا افضل بیگ خان، ۱۳۰۶ھ، واسوخت دہلوی، م۔ن

۷۵۔ دہلوی، منشی رام پرشاد، ۱۲۹۴ھ، کانِ تاریخ، مطبع انوری آگرہ

۷۶۔ دہلوی، میرزا محمد اصغر علی خاں نسیم، ۱۳۱۲ھ، دفتر شگرف، مطبع مصطفائی

۷۷۔ دہلوی، نواب مرزا خان داغ، ۱۸۸۵ء، فریاد داغ، مطبع مطلع العلوم و اخبار نیّر اعظم، مراد آباد

۷۸۔ ______، ۱۸۹۹ء، فریاد داغ، مطبع منشی امجد علی خان مراد آباد

۷۹۔ ______، ۱۹۱۳ء، فریاد داغ، مطبع مطلع العلوم مراد آباد

۸۰۔ ذاکر، محمد ذاکر علی، ۱۳۰۳ھ، نغمہء بہار، مطبع بہار ہند آگرہ

۸۱۔ راقم، مرزا قمر الدین خاں، ۱۹۰۱ء، کلیات راقم، افضل المطابع، دہلی

۸۲۔ رشک، میر علی اوسط، ۱۲۶۳ھ، نظم مبارک و نظم گرامی، لکھنؤ

۸۳۔ رشید، رشید الدین احمد، ۱۸۷۳ء، ضوابط عشاق معروف بہ مثنوی دلآویز، منشی نول کشور، لکھنؤ

۸۴۔ رضا، کالی داس گپتا، ۱۹۹۸ء، غالبیات (کچھ مطالعے اور مشاہدے)، ساکار پبلی کیشنز، ممبئی

۸۵۔ رعد، میر نادر علی، ۱۳۱۳ھ، گنجینہء تواریخ، مطبع فخر نظامی، حیدرآباد دکن

۸۶۔ رفعت، مرزا مہدی حسن، ۱۳۰۱ھ، دیوان رفعت، مطبع گلزار محمدی

۸۷۔ رونق، منشی پیارے لال، ۱۹۰۲ء، رونق سخن، امپیریل بک ڈپو، دہلی
۸۸۔ رونق، نواب احمد علی خاں، ۱۳۰۷ھ، رونق سخن، مطبع فاروقی، دہلی
۸۹۔ ریاض الحسن، ڈاکٹر، ۱۹۸۷ء، اسیر اور ان کا عہد، راجہ کمار پریس حضرت گنج، لکھنؤ
۹۰۔ زیدی، علی جواد، ۱۹۸۴ء، مثنوی نگاری، نشاط پریس ٹانڈہ
۹۱۔ سحر، راجہ نواب علی خان، ۱۲۹۳ھ، کلیات سحر، اودھ پریس، لکھنؤ
۹۲۔ سحر، امان علی، ۱۲۷۹ھ، ریاض سحر، مطبع کارنامہ، لکھنؤ
۹۳۔ سحر، ڈاکٹر ابو محمد، ۱۹۶۵ء، مطالعہ امیر، نسیم بک ڈپو، لکھنؤ
۹۴۔ سرور، میر محمد خان بہادر، ۱۹۶۱ء، عمدہ منتخبہ، مرتبہ: خواجہ احمد فاروقی، شعبہ اردو، دہلی یونیورسٹی دہلی اوّل،
۹۵۔ سری رام، لالہ، ۱۹۰۸ء، خم خانۂ جاوید، جلد اوّل، ہمدرد پریس لاہور
۹۶۔ ______، ۱۹۱۱ء، خم خانۂ جاوید جلد دوم، رائے گلاب سنگھ پریس لاہور
۹۷۔ ______، ۱۹۱۷ء، خم خانۂ جاوید، جلد سوم، دلی پرنٹنگ پریس، دہلی،
۹۸۔ ______، ۱۹۲۲ء، خم خانۂ جاوید، جلد چہارم، ہمدرد پریس، دہلی
۹۹۔ ______، ۱۹۴۰ء، خم خانۂ جاوید، جلد پنجم، مخزن پریس، دہلی
۱۰۰۔ سطوت، محمد نقی علی خان، ۱۲۹۸ھ، بوستانِ سطوت، مطبع شوکت جعفری لکھنؤ
۱۰۱۔ سعید، مولوی محمد، ۱۲۹۷ھ، گلشن خیال، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ
۱۰۲۔ سکسینہ، رام بابو، ۱۹۵۲ء، تاریخ ادب اردو، مترجم مرزا محمد عسکری، راجہ رام کمار پریس لکھنؤ
۱۰۳۔ سنگھ، مہاراجہ دگبجے، ۱۸۸۸ء، مخزن فصاحت، مطبع جنگ بہادری بلرام پور
۱۰۴۔ سہسوانی، منشی انوار حسین تسلیم، ۱۸۹۶ء، ملخص تسلیم، مطبع مطلع العلوم واخبار نیر اعظم، مراد آباد
۱۰۵۔ سہسوانی، اقتدار احمد ساحر (مترجم)، ۱۹۱۲ء، ملہم تاریخ، مطبع مطلع العلوم واخبار نیر اعظم، مراد آباد
۱۰۶۔ شاکر، محمد عبدالقادر، ۱۹۰۰ء، چمنستان شاکر، مطبع مفید عام، آگرہ
۱۰۷۔ شاد، شیخ محمد جان شاد، ۱۹۰۱ء، سخن بے مثال، تصویر عالم پریس لکھنؤ
۱۰۸۔ شاہ جہاں پوری، منشی احسان علی احسان، ۱۳۱۰ھ، خم کدہء خیال معروف بہ جلوہء کمال، مطبع سراجیہ شاہ جہاں پور
۱۰۹۔ شاہ نصیر دہلوی، ۱۲۵۴ھ، چمنستان سخن، مطبع فخری نظامی
۱۱۰۔ شاہ نصیر دہلوی، ۱۳۱۴ھ، چمنستان سخن، مطبع فخری نظامی
۱۱۱۔ شائق، حافظ الٰہی بخش، ۱۲۹۳ھ، آئینہء تواریخ ملقب بہ تحفہء شائق، مطبع نظامی کانپور
۱۱۲۔ شرف، آغا حجو، ۱۹۸۵ء، افسانہء لکھنؤ، مرتبہ سید محمود نقوی، نشاط پبلی کشنز، دہلی
۱۱۳۔ شرم، نواب شمس النساء بیگم، ۱۸۹۰ء، دیوان شرم، مطبع نامی لکھنؤ
۱۱۴۔ شہرت، میر نثار علی، جولائی ۱۹۱۶ء، تاریخ گوئی کا فن، مخزن، لاہور
۱۱۵۔ صابر، درگا پرشاد صابر، ۱۸۷۶ء، گلشن ناز، مطبع فوق کاشی، دہلی
۱۱۶۔ صابر، مرزا محمد قادر بخش، ۱۳۰۵ھ، ریاض صابر، مطبع اخبار آصفی، حیدر آباد دکن
۱۱۷۔ صابر، قادر بخش، جون ۱۹۶۶ء، گلستانِ سخن، مرتبہ خلیل الرحمن داؤدی، اوّل و دوم، مجلس ترقی ادب، لاہور
۱۱۸۔ صدر الحق، ڈاکٹر محمد، ۱۹۷۹ء، نساخ حیات و تصانیف، انجمن ترقی اردو، کراچی

۱۱۹۔ صدیقی، افسر، ۱۹۷۹ء، تلامذہ مصحفی، شیخ شوکت علی پرنٹرز، کراچی

۱۲۰۔ صدیقی، محمد اسحاق، ۱۹۶۲ء، فن تحریر کی تاریخ، انجمن ترقی اردو، علی گڑھ

۱۲۱۔ صغیر، غلام حیدر، ۱۸۷۲ء، آئین اختر معروف بہ ظفر نامہ، اودھ پریس، لکھنؤ،

۱۲۲۔ ضیغم، محمد عبداللہ خان ضیغم، ۱۳۰۳ھ، یادگار ضیغم، مطبع گلزارِ دکن، حیدر آباد دکن

۱۲۳۔ عاشق، پنڈت کنہیا لال، ۱۲۷۸ھ، تاریخ بغاوت ہند، مطبع منشی نول کشور

۱۲۴۔ عاشق، نواب میرزا والا جاہ بہادر، ۱۲۹۱ھ، فیض نشان، مطبع مصطفائی محمد خان

۱۲۵۔ عالی، منشی مرزا علی، ۱۸۸۸ء، دیوان عالی موسوم بہ غنچہ رمز، مطبع مینائی، لکھنؤ

۱۲۶۔ عبدالسلام، شاہ، ۱۹۷۷ء، دبستان آتش، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی

۱۲۷۔ عظیم آبادی، شاد، ۱۲۹۳ھ، سخن بے مثال یعنی دیوان شاد، تصویر عالم پریس، لکھنؤ

۱۲۸۔ عنایت، امیر اللہ خان، ۱۳۱۶ھ، دیوان عنایت وسفلی، انوار المطابع، لکھنؤ

۱۲۹۔ عنایت، راجہ عنایت سنگ، ۱۸۹۹ء، نظم خوش آب، مطبع اعجاز محمدی، لکھنؤ

۱۳۰۔ غالب، اسد اللہ خان، جولائی ۱۹۶۸ء، باغ دودر، مرتبہ سید وزیر الحسن عابدی، ناشر پرنسپل پنجاب یونیورسٹی، اورینٹل کالج، لاہور

۱۳۱۔ غالب، اسد اللہ خان، ۱۹۲۵ء، عود ہندی، مطبع منشی نول کشور کانپور

۱۳۲۔ فاروقی، خواجہ احمد، ۱۹۵۴ء، اردو کا ایک نایاب تذکرہ: خزینۃ الشعرا، اردو ادب، دہلی

۱۳۳۔ فتح پوری، نیاز (مدیر اعلیٰ)، مئی جون ۱۹۶۴ء، 'نگار' تذکروں کا تذکرہ نمبر، مرتبہ: ڈاکٹر فرمان فتح پوری، کراچی

۱۳۴۔ فتح پوری، ڈاکٹر فرمان، ۱۹۹۸ء، اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، انجمن ترقی اردو، کراچی

۱۳۵۔ فدا، فدا حسین، ۱۸۸۷ء، رقعات فدا، مطبع امداد الہند، مراد آباد

۱۳۶۔ فدا، منشی ریاض الدین احمد، ۱۸۴۷ء، دیوان فدا، افضل المطابع، دہلی

۱۳۷۔ فرحت، منشی حسین علی، ۱۹۰۶ء، ام التواریخ، مطبع قاسمی، میرٹھ

۱۳۸۔ فرحت، منشی حسین علی، ۱۳۰۲ھ، موجد التواریخ، شگوفہ پریس میرٹھ

۱۳۹۔ قاسم، میر قدرت اللہ، اکتوبر ۱۹۷۳ء، مجموعۂ نغز، مرتبہ حافظ محمود شیرانی، نیشنل اکادمی، دہلی

۱۴۰۔ قلق، حکیم غلام مولیٰ، ۱۸۸۳ء، گلستان نازک خیالے معروف بہ کلیات اردوئے قلق، مطبع انصاری، دہلی

۱۴۱۔ کاکوی، عطاء الرحمٰن، جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۲، غلطی ہائے مضامین، زبان وادب، پٹنہ

۱۴۲۔ کاکوروی، شیخ محمد عظمت علی، ۱۹۸۶ء، تواریخ ملک اودھ مسمیٰ بہ مرقع خسروی، مرتبہ ڈاکٹر ذکی کاکوروی، نظامی پریس، لکھنؤ

۱۴۳۔ کاکوروی، محمد محسن، ۱۳۰۱ھ، مدیح خیر المرسلین، مطبع فیض منبع شام اودھ، لکھنؤ

۱۴۴۔ کاکوروی، محمد محسن، ۱۳۳۴ھ، کلیات نعت، مرتبہ محمد نور الحسن، الناظر پریس، لکھنؤ

۱۴۵۔ کریم الدین، مولوی، ۱۹۸۳ء، طبقات شعرائے ہند، مقدمہ محمود الٰہی، اُتر پردیش اردو اکادمی، لکھنو

۱۴۶۔ ککے زئی، حافظ فیروز الدین، ۱۹۰۸ء، تاریخی خزانہ، اسلامیہ سٹیم پریس، لاہور

۱۴۷۔ گیاوی، عرش، ۱۹۲۱ء، کلیات عرش، مطبع کاظمی پریس

۱۴۸۔ لکھنوی، سید افضل حسین ثابت، ۱۳۳۸ھ، دربار حسین المعروف چراغ مجالس، مطبع اثنا عشری، دہلی

۱۴۹۔ لکھنوی، مرزا اوج، ۱۳۰۵ھ، مقیاس الاشعار، مطبع جعفری

۱۵۰۔ لکھنوی، خواجہ محمد عبدالرؤف عشرت، جنوری، ۱۹۱۸ء، آبِ بقا، مرتبہ مرزا جعفر علی نشتر، نامی پریس، لکھنؤ

۱۵۱۔ ماہر، سید مہدی حسین ماہر، ۱۳۱۳ھ، خزینہء خیال، مطبع دبدبہء احمدی لکھنؤ

۱۵۲۔ مجروح، میر مہدی، م۔ن، دیوان مجروح، مطبع کریمی

۱۵۳۔ محسن کاکوروی، محمد، ۱۳۰۱ھ، چراغ کعبہ، مطبع فیض منبع شام اودھ

۱۵۴۔ محسن، مولوی محمد، ۱۳۳۴ھ، کلیات نعت، الناظر پریس، لکھنؤ

۱۵۵۔ محمد، سید آل، ۱۲۸۹ھ، دوائر خجستہ، مطبع نورالانوار آرہ

۱۵۶۔ مذاق، احمد حسین خان، ۱۸۸۵ء، کلیات مذاق، قومی پریس، لکھنؤ

۱۵۷۔ مرادآبادی، محمد علی جویا، ۱۸۸۱ء، سرود غیبی مسمیٰ بہ خیابان تواریخ، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ

۱۵۸۔ ممتاز علی، مولوی، ۱۳۰۶ھ، آثار الشعرا، مطبع شاہ جہانی، بھوپال

۱۵۹۔ مزیب، محمد وارث علی، ۱۳۱۲ھ، مذاق عشاق معروف بہ دیوان مزیب، مطبع ستارہء ہند آگرہ

۱۶۰۔ منتہی، مرزا مسیتا بیگ، ۱۳۱۱ھ، کارستان فصاحت المعروف دیوان منتہی، مطبع یوسفی، دہلی

۱۶۱۔ منیر، سید اسمٰعیل حسین، ۱۲۹۱ھ، معراج المضامین، مطبع خزینۃ الدرر واقع امام باڑہ غفران مآب

۱۶۲۔ منیر، سید اسمٰعیل حسین، ۱۸۷۹ء، کلیات منیر، مطبع ثمر ہند، لکھنؤ

۱۶۳۔ منیر، سید اسمٰعیل حسین، ۱۳۲۳ھ، منتخب العالم، مطبع سعیدی، رامپور

۱۶۴۔ منیر، سید اسمٰعیل حسین، ۱۳۲۴ھ، تنویر الاشعار، مطبع سعیدی، رامپور

۱۶۵۔ مہر، حاتم علی بیگ، ۱۲۸۷ھ، الماس درخشاں، باہتمام محمد مچھو خان

۱۶۶۔ میرزا، کوکب قدر سجاد علی، ۱۹۹۵ء، واجد علی شاہ کی ادبی اور ثقافتی خدمات، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی

۱۶۷۔ مینائی، امیر احمد امیر، ۱۲۸۴ھ، (واسوخت اردو)، م۔ن

۱۶۸۔ ______، ۱۲۸۹ھ، محامد خاتم النبیین، منشی نول کشور، لکھنؤ

۱۶۹۔ ______، ۱۳۰۶ھ، محامد خاتم النبیین، مطبع مفید عام، آگرہ

۱۷۰۔ ______، ۱۳۲۵ھ، محامد خاتم النبیین، محبوب پریس، حیدرآباد دکن

۱۷۱۔ ______، ۱۳۳۹ھ، صنم خانہء عشق، امیر المطابع، حیدرآباد دکن

۱۷۲۔ ______، ۱۹۸۲ء، انتخاب یادگار، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ

۱۷۳۔ نادر، درگا پرشاد، ۱۳۰۰ھ، تذکرۃ النساء نادری، م۔ن

۱۷۴۔ ______ نومبر ۱۸۷۹ء، خزینۃ العلوم می متعلقات المنظوم

۱۷۵۔ نادر، کلب حسین خان مرتبہ شاہ عبدالسلام، ۱۹۸۴ء، تذکرہ شوکت نادری، نامی پریس، لکھنؤ

۱۷۶۔ نادر، کلب حسین خان، ۱۹۷۵ء، تلخیص معلی، مرتبہ ڈاکٹر محمد انصار اللہ، انجمن ترقی اردو، کراچی

۱۷۷۔ ناسخ، امام بخش، س ن، سراج نظم، مطبع محمد حسین

۱۷۸۔ نثار، شیخ محمد نثار، ۱۳۰۷ھ، مرغوب جہاں، نظیر پریس لکھنؤ

۱۷۹۔ نساخ، عبدالغفور خان، ۱۸۷۴ء، زبان ریختہ، منشی نول کشور، لکھنؤ

۱۸۰۔ ______، ۱۸۷۵ء، گنج تواریخ، مطبع اودھ اخبار، لکھنؤ

۱۸۱۔ ______، ۱۲۹۲ھ، ارمغان، مطبع نظامی، کانپور

۱۸۲۔ ______، ۱۲۹۴ھ، کنز تواریخ، مطبع نظامی، کانپور
۱۸۳۔ ______، ۱۳۰۲ھ، ارمغانی، مطبع نامی، لکھنؤ
۱۸۴۔ ______، ۱۸۹۰ء، زبان ریختہ، منشی نول کشور، لکھنؤ
۱۸۵۔ ______، ۱۹۷۷ء، زبان ریختہ، مرتبہ محمد انصاراللہ، لیتھوکلر پرنٹرس، علی گڑھ
۱۸۶۔ ______، ۱۹۸۲ء، سخن شعرا، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ
۱۸۷۔ ______، ۱۸۷۴ء، دفتر بے مثال، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ
۱۸۸۔ نقوی، ڈاکٹر حنیف احمد، ۱۹۹۸ء، شعرائے اردو کے تذکرے، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ
۱۸۹۔ ______، ۲۰۰۴ء، شبستان سرور کا مآخذ، مشمولہ: 'انیسویں صدی کی علمی، ادبی اور تہذیب روایت'، مرتبہ پروفیسر نذیر احمد
غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی،
۱۹۰۔ وزیر، خواجہ محمد وزیر، ۱۲۷۲ھ، دفتر فصاحت، مطبع مصطفائی
۱۹۱۔ وصل، محمد مرتضیٰ خان، ۱۸۹۶ھ، ساغر مے، مطبع مظہر العلوم لکھنؤ
۱۹۲۔ ویس، منشی ویس محمد خان، ۱۲۹۲ھ، گلدستہء ستائش، مطبع فردوسی
۱۹۳۔ ہاشمی، نصیر الدین (مرتب)، ۱۹۶۱ء، کتب خانہ آصفیہ کے اردو مخطوطات، جلد اول و دوم، اعجاز مشین پریس، حیدر آباد
۱۹۴۔ ہادی، س ن، چہل حدیث مع شرح منظوم، مطبع مجیدی، کانپور
۱۹۵۔ یاس، میرزا ذاکر حسین، ۱۳۰۶ھ، دیوان یاس، قومی پریس، لکھنؤ

Abstract

This article highlights several trends of Urdu chronogram among the writers of Urdu in the nineteenth century. Tarikh goi is widely known for either using it to titles of the Urdu poetic books or to compose a stanza or a phrase on the demise of a poet or writer to remember his or her year of death by counting the numbers attributed to every Urdu alphabet used. This article in its introduction provides a brief picture of its social and literary importance in the nineteenth century when the art of Tarikh goi reached its zenith among the poets and writer of Urdu. It also gives some of the important names of the poets of Urdu who had the gift to create a stanza or phrase for denoting the year of a book title, demise of a poet or writer or the date of birth of newborn to document. The article deserves special mention to cover some of the rare dictionary compiled, meant for providing a database for the people who then strived for searching the names based on the art of Tarikh goi. It also mentions 217 book titles and personal names with carefully written notes for each entry. The article presents a wonderful picture for books' title and their back ground information.

Keywords: Tarikh goi, Urdu Mathnavi, Munshi Fida Hussain, Ali Farigh, Chronogram, Urdu Tradition, Urdu Titlels.